مکمل ناول
فرحانہ ناز ملک
محبت کی کہانی میں

فرحانہ ناز ملک

محبت کی کہانی ہیں

"ذکا نشیمن" میں وہ دس ماہ کی عمر میں آئی تھی۔ عمر کا ایک ایسا دور جب ماں کی گود اور باپ کے شفیق سائے کا احساس اتنا تناور نہیں ہوتا۔ وہ بھی نانی کے نرم گرم وجود کی آڑ لے کر "ذکا نشیمن" میں ایسا رچی بسی کہ اس کا یہ رچنا بسنا ہی مامی کو کھٹکنے لگا۔ حالانکہ اصولاً "تو مامی کو سکھ کا سانس لینا چاہیے تھا کہ وہ ان کے گھر میں اطمینان و سکون سے رہتے ہوئے کسی بھی قسم کی بدمزگی کا باعث نہیں بن رہی۔ لیکن شاید مامی انسانوں کی اس قسم سے تعلق رکھتی تھیں جنہیں خوامخواہ، بلاوجہ کے عناد پالنے میں ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

اب تو خیر مامی اس عناد پالنے میں کچھ حق بجانب بھی تھیں۔ لیکن جب وہ دس ماہ کی تھی اور نئے نئے تعمیر ہوئے اس "ذکا نشیمن" میں ماموں کی محبت و مہربانی سے لائی گئی تھی۔ مامی نے تو تب بھی اپنی ناپسندیدگی کا اعلان زور و شور سے کر دیا تھا، اور یہ شاید ان کا واحد "شور" تھا جس پر ماموں نے کان نہیں دھرے تھے۔

"اتنی کم سن بچی کو میں یتیم خانے میں ڈال کے دنیا کو تھو تھو کرنے کا موقع فراہم کروں؟ نہیں یہ گناہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔" ہمیشہ ہر ہر موڑ پر مامی کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ماموں اس وقت نامعلوم کیسے ڈٹ گئے تھے۔

"تو اس کے چاچے مر گئے ہیں کیا؟ لے کے ہمارے سر منڈھ دی۔" مامی کا بس نہیں چلا تھا ورنہ اپنے ہاتھوں اس کا گلا بھی گھونٹ ڈالتیں۔

"مر ہی گئے سمجھو۔"

نانی پہلے ہی اپنی چہیتی اکلوتی بیٹی اور داماد کی ناگہانی موت پر افسردہ تھیں۔ بہو کے اس فسادی روپ نے مزید رنجور کر ڈالا تھا۔

"تمہارے سر کیوں.... جب تک میں زندہ ہوں،

مکمل ناول

اپنی نواسی کو میں سنبھالوں گی۔"

اور نانی نے اپنا کہا پورا کر دکھایا۔ ایسی اس پر چھتنار کی طرح سایہ فگن ہوئیں کہ اسے اصل ماں باپ کی کمی محسوس کرنے کا نہ خیال آیا اور نہ کبھی ضرورت پڑی۔ نانی نے اسے ہر سرد و گرم سے بچا کر پالا تھا' نہیں بچا سکی تھیں تو صرف مامی کی تند و تیز نظروں سے' جو نانی اور نواسی پر اس لیے بھی اثر انداز نہیں ہوتی تھیں کہ ان نظروں کی تابناکی سے صرف وہی کیا۔۔۔ جلال ماموں' ثوبیہ اور اکلوتا چشم چراغ "ذکا جلال" بھی منور رہتے تھے' پھر گلہ کیسا!!

مامی کا جلنا بھی آتشیں مزاج سہی۔۔۔ بہرحال اسے رکھے تو ہوئے تھیں اپنے گھر۔۔۔ دو سگے چچاؤں اور اکلوتی پھپھو نے تو مروتاً بھی اپنے ساتھ لے جانے کی پیش کش نہیں کی تھی۔ بلکہ پھپھو تو آئی ہی نہیں تھیں۔ اس کے ابو' امی کی حادثاتی کرب ناک موت پر۔ بہانہ کوئی بہت ہی اہم آفس کی مصروفیت بنا۔ آٹھ آٹھ آنسو بہا کر دونوں چچا بھی رخصت ہو گئے۔

فرانس' ناروے اور کینیڈا جیسے بڑے بڑے ملکوں میں بسنے والے اس کے ان خونی رشتے داروں کے دل اتنے ہی سکڑے ہوئے تھے' جوان بہن اور بہنوئی کی حواس سلب کر دینے والی موت پر نڈھال ہوئے ماموں' بھانجی کے خونی تعلق داروں کی اس تو تاچشمی پر مزید آہیں بھرتے اس ننھے وجود کو سینے سے لگائے اپنے گھر روانہ ہوئے تھے۔

تب ثوبیہ نہیں پیدا ہوئی تھی اور ذکا چار سال کا تھا۔ مامی نے جو اس سے سرد و سپاٹ رویہ رکھا تھا۔۔۔ وہ آج تک برقرار رہا' جبکہ عمر کی بائیس منزلیں طے کر چکی تھی۔ بائیس سال کم نہیں ہوتے' ایک طویل عرصہ ہوتا ہے' اتنا عرصہ تو جانور بھی ساتھ رہے تو انس پیدا ہو جاتا ہے' اور ادھر انس تو کیا' مامی نے کبھی پیار کی نگاہ سے بھی دیکھنا گوارہ نہیں کیا۔

اور اب تو "وجہ مخالفت" بھی پیدا ہو چکی تھی۔ یعنی اب مامی کے اس سے معقول نوعیت کے اختلافات تھے' اور یہ معقول بھی صرف مامی کی ہی ڈکشنری میں تھے۔

☆ ☆ ☆

کمرے کی نیم تاریک فضا میں وال کلاک کی ٹک ٹک کی آواز تواتر سے گونج رہی تھی۔ اس آواز کا ساتھ کبھی کبھی نانی کی زوردار جمائی بھی دے دیتی۔

نانی کی ہر جمائی پر اسوہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر کہ یہ جمائی شاید آخری جمائی ہو آج کی رات کی اور اس کے بعد نانی سونے کا قصد کر ہی لیں۔ مگر آج لگتا تھا کسی خصوصی وظیفہ کی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ ورد تھا کہ لمبا ہی ہوتا چلا جا رہا تھا۔

سیدھے لیٹے لیٹے اسوہ کی ٹانگیں بھی اکڑ گئی تھیں۔ بار بار اس خدشے کے تحت کروٹیں بھی نہیں بدل رہی تھی کہ کہیں نانی کو شک ہی نہ پڑ جائے اس کے جاگنے کا۔ کافی دیر بعد اپنی گہری نیند کی اداکاری سے اکتا کر اسوہ نے ایک آنکھ کھولی' نانی وظیفہ مکمل کر چکی تھیں اور اب تسبیح بنا کسی آواز کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور پھر ایک طویل ترین پھونک اسوہ پر بھی ماری۔

"اللہ اکبر۔" نانی نے تکیے برابر کرتے ہوئے نیند بھری آواز میں کہا۔ اسوہ کی مشقت ختم ہونے جا رہی تھی۔

"خیر کی رات گزرے میرے مالک!" اور اگلے ہی پل تکیے پر سر رکھتے ہی غنودگی میں بھی چلی گئیں۔

اسوہ نے پھر سے ایک آنکھ کھول کر جائزہ لیا۔ نانی کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے تھے۔ پھر بھی وہ دس منٹ مزید لیٹی رہی۔ اس یقین کے بعد کہ نانی کی نیند اب نہیں ٹوٹنے والی۔ وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔ تکیے کے نیچے سے سیل فون گھسیٹا' اور ایک نمبر پر مسڈ کال دی۔ بلا تاخیر اسی نمبر سے کال آ بھی گئی۔

موبائل کی ٹون بند تھی۔ ورنہ نانی ضرور کسمساتیں۔ ابھی بھی خدشہ تھا کہیں جاگ نہ جائیں۔ سوتے ہوئے دیر ہی کتنی ہوئی تھی۔ سو اسوہ دبے پاؤں چلتی واش روم میں گھس گئی۔

آج اس نگوڑ ماری کال کے لیے نیند کی بھی قربانی دے دی تھی۔ اس سے پہلے تو نانی گیارہ بجے تک فارغ ہوتے ہی سو جاتی تھیں اور وہ گیارہ سے بارہ یا ایک بجے تک آرام سے جاگ کر فون کال کے ذریعے رنگین خواب بنتی۔ آج تو ساڑھے بارہ سے بھی اوپر ہو گئے تھے۔ پتا نہیں کال کا دورانیہ کتنا ہونا تھا ' دل کے مالک کے موڈ پر منحصر تھا۔

☆ ☆ ☆

مامی کی ایک اور مہربانی کہ انہوں نے اس پر سونے جاگنے کے مخصوص اوقات پر قطعی پابندی نہیں لگا رکھی تھی۔ اسی مہربانی کا ہمیشہ کی طرح ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ آج بھی دس بجے جاگی۔

"باپ رے۔" جاگنے کے بعد ہڑبڑائی تھی۔ ابھی بھی منہ پر پانی کا ایک چھینٹا مارنے کے بعد دوپٹے سے پونچھتی وہ جمائیوں پہ جمائیاں لیتی اپنے اور نانی کے مشترکہ کمرے سے باہر نکل آئی۔

آدھی رات تک جاگی آنکھیں ابھی بھی بند ہوئی جا رہی تھیں۔

کافی بڑا سا منہ کھول کر جمائی لیتے ہوئے بند ہوتی آنکھوں کو پورا بند کر کے بڑی شان سے ایک قدم اور گھسیٹا ہی تھا کہ سامنے رکھے اسٹول سے ٹکرا کر سیدھی سیڑھیاں اترتے ذکا کے بازوؤں میں جا گری۔ نیند فوراً" دور بھاگی۔

آنکھیں مٹکا مٹکا کر اس نے ذکا کو معصومیت سے تکا تھا۔

"یہ صبح ہے تمہاری؟" وہ خشمگیں نظروں سے گھور کر پوچھنے لگا۔

"نہیں رات ہے۔" مجال تھا وہ ذکا کو سیدھا جواب دے دیتی۔

"الو..." ذکا کے تاثرات مزید برہم دیکھ کر وہ مزید پھلجھڑی چھوڑنے کے لیے تیار ہوئی۔

"میری تمہاری سب کی صبح ہے۔"

"میری نہیں صرف تمہاری... میری صبح چھ بجے ہو جاتی ہے ' تمہاری طرح گیارہ بجے نہیں ہوتی۔" اور اس سے پیشتر کہ وہ کوئی اور پھلجھڑی چھوڑتی گھن گرج کے ساتھ پکار پڑی۔

"ذکا۔" اور ذکا صاحب حسب توقع دہل اٹھے۔

مامی کچن کے دروازے پر کھڑی قہر آلود نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ صورت حال ہی ایسی تھی۔ اسوہ اور وہ بھی ذکا کی بانہوں میں...

"نہیں۔" پہلے مامی کو اور پھر اسوہ کو دیکھنے کے بعد دل دوز چیخ مارتے ہوئے ذکا نے یوں اسوہ کو پرے پھینکا جیسے کسی خطرناک شے سے چھٹکارا پا رہا ہو۔ اسوہ بڑے زور سے فرش پر گری تھی۔

"خانہ خراب... ریڑھ کی ہڈی کریک کر دی۔" وہ کمر پکڑ کر وہیں بیٹھے بیٹھے کراہی۔ مگر اب فرصت کسے تھی ' اس کی ریڑھ کی ہڈی چیک کرنے کی... ذکا وحشت زدہ سا ماں کی طرف متوجہ تھا۔

"باپ کا آفس ہے ' اس کا مطلب یہ نہیں آدھا دن گزار کر جاؤ۔" مامی کی شعلے اگلتی نظریں اسوہ پر تھیں۔

"آ... آ... آئی نو مما! رات کچھ طبیعت..." حالت کچھ زیادہ ہی پتلی ہو گئی تھی۔ زبان کئی بار ہکلائی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے ' اب نکل جاؤ ' آئندہ میں یہ بے احتیاطی برداشت نہیں کروں گی۔" مامی کے کہنے کی دیر تھی ' ذکا یوں بھاگا جیسے پھانسی کی سزا ٹل گئی ہو۔

"تف ہے تمہارے مرد ہونے پر۔" اسوہ کے بس میں نہیں تھا ورنہ دو ' چار کرارے تھپڑ تو ضرور ہی ذکا کو لگاتی۔

"ہو گئی تمہاری صبح؟" مامی کی تفتیشی توپ کا رخ اس کی جانب ہوا تو وہ کراہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی... ہو ہی گئی۔" مامی کو نظر انداز کر کے کچن کی طرف جاتے جاتے منمنائی۔

"میں کہے دے رہی ہوں۔" مامی باہر لاؤنج سے ہی پھنکار رہی تھیں۔ "آج کے بعد دس گیارہ بجے جاگیں

تو چائے ناشتہ بھول جانا۔"

"ہائیں ؟" اسوہ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ یہ یقیناً" کچھ دیر قبل والے اس کے اور ذکا کے سنگین منظر کا رد عمل تھا۔ ورنہ مامی نے ان باتوں پر تو کبھی ناک بھوں نہیں چڑھائی تھی۔

"غضب خدا کا... گھر کو سرائے سمجھ لیا۔ کوئی مذاق ہے ؟" مامی کی آواز معدوم ہونے لگی تھی۔

"لو اسوہ بی بی!" ٹھنڈی ٹھار آہ کے بعد وہ بے چاری سی شکل بنا کر بڑبڑائی۔

"پیشی کا فیصلہ بھگتو ایک ہی عیاشی تھی اپنی مرضی سے سونے جاگنے والی اس پر بھی ٹیکس لگ گیا۔ چائے ناشتے کے خاتمے کا۔"

"اور سنو۔" اپنی ہی دھن میں تھی مامی کی گھن گرج پھر کہیں قریب سے گونجی تو وہ ہل کر رہ گئی۔

"کل نادرہ لا رہی ہے وددو صاحب کی فیملی کو... انسان بننے کی مشق آج سے شروع کر دو کل میں کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کروں گی۔" حکم اور بعد میں دھمکی بھی...

اسوہ نے بڑی بری طرح سے اپنے گھونسلہ ہوئے بالوں کو جکڑ کر مزید کھچڑی بنا ڈالا۔

☆ ☆ ☆

مامی کے اسوہ سے اختلاف کی "معقول وجہ" بھی یہی تھی۔ جس کا وہ برملا اظہار تو نہیں کرتی تھیں۔ لیکن ان کا ہر ہر عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا کہ وہ کسی وجہ کو لے کر دانت کچکچا رہی ہیں۔

ذکا اسوہ اسوہ اور ذکا۔ ان دو ناموں کا ملاپ بھی اگر بھولے سے کوئی ان کے سامنے کر دیتا تو وہ یقیناً" آسمان زمین ایک کر دیتیں۔ سو ایسی بھول کرنے کی جرات کسی میں نہیں تھی۔ پر کیا کیا جا سکتا تھا کہ مامی کی اپنی چھٹی حس ہی بیدار ہو گئی۔

اسکول لیول کے دوران ہی ذکا ثوبیہ کے سامنے بات بے بات ثوبیہ اور اسوہ کا مقابلہ کرنے لگا تھا۔ اسوہ کے لیے چن چن کر حسین سے حسین مثال دیتا اور ثوبیہ کو اچھا خاصا زچ کرتا۔

ایک بار دو بار تین بار... مگر بار بار کہاں برداشت ہو سکتا تھا۔ مامی کی سوچ کر ہی حسیات تن گئیں کہ مستقبل میں ذکا کہیں اسوہ کے ساتھ ؟؟؟ آگے کی قیاس آرائی کرنے سے زیادہ انہوں نے ذکا کے کان کھینچنا بہتر سمجھا اور وہ کان ایسے کھینچے کہ ذکا پر اب تک دہشت برقرار تھی۔

ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ اور اسوہ ایک دوسرے سے کزنز والی بے تکلفی تو کجا ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے کہ مامی کا سایہ آس پاس کہیں موجود ہو گا۔ وہ ذکا کی پرچھائیں سے بھی محفوظ رکھنا چاہتی تھیں۔ اور اس کے لیے انہیں بھلے جتنی مشقت کرنا پڑتی وہ کر سکتی تھیں۔

درحقیقت تو بیٹے کی چوکیداری کرنے میں انہوں نے اپنا آرام تج کر دیا تھا۔ اسوہ ان کے لیے اسوہ نہیں ایک آسیب بن گئی تھی۔ جس کے بھوت نیند میں بھی انہیں ڈراتے تھے۔

☆ ☆ ☆

مامی اپنے معمول پر کاربند کریم کا مساج کر رہی تھیں۔ بیڈ پر نیم دراز جلال ماموں کسی سوچ میں محو تھے۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" مامی کی تیز نظریں اپنے چہرے کے ساتھ ساتھ آئینے میں دکھتے ماموں کے عکس پر بھی تھیں۔

"میں سوچ رہا ہوں... کون سی ایسی خوبی ہے جو اسوہ میں نہیں۔" ماموں کے کہنے کا اسٹائل ایسا دکھی اور غم زدہ تھا کہ مامی نے نظریں ٹیڑھی کر لیں۔

"پتا نہیں پھر بھی کیوں دیر ہو رہی ہے ؟" ماموں نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"آپ کی بھانجی کے دماغ میں فتور ہے۔ جب تک فتور نکلے گا نہیں... رشتے ناک پر نہیں چڑھنے

والے۔" چمک کر کہنے کے بعد مامی نے پھر چہرے کو مشق ستم بنایا۔
"کیسا فتور؟" ماموں الجھ سے گئے۔
"بس بس۔۔۔ منہ نہ کھلوائیں میرا۔" مامی اب بے نیاز نظر آنے کی کوشش کرنے لگیں۔
"پھر بھی۔۔۔ پتا تو چلے۔" ماموں پریشانی سوار کیے اٹھ بیٹھے۔
"زیادہ ننھے نہ بنیں۔" آنکھیں سکوڑ کر مامی اپنی جون میں آئیں۔
"جوان لڑکی کی بدلتی چال بھی کسی سے چھپی رہ سکتی ہے؟" ماموں کے کلیجے میں آگ لگا کر وہ پھر سے بے نیازی اوڑھ بیٹھیں۔ ماموں کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ مامی کو خفا خفا نظروں سے گھورا۔
"تم میری بھانجی پر الزام لگا رہی ہو؟" انہیں صحیح معنوں میں غصہ آگیا تھا۔
"میں نے جو محسوس کیا' وہی بتایا۔" مامی نے یوں کندھے اچکائے جیسے کچھ بھی تو نہ کیا ہو۔
"دیکھو۔۔۔ دیکھو۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔" بات کی سنگینی سے زیادہ ماموں کو مامی کی ادائے بے نیازی کھلی۔ غصے کی شدت سے انہیں لفظ بھول گئے۔ مٹھیاں کھولیں بھینچیں' پھر سے یہ عمل دہرایا اور بعد ازاں ٹھنڈے بھی پڑ گئے۔ مامی پر آیا غصہ وہ ہمیشہ اپنی کوشش سے بھگایا کرتے تھے۔
"میں تو۔۔۔ میں تو۔۔۔" غصے والی ٹون اب خوف کا عنصر لے چکی تھی۔ مامی بہت کڑی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔
"کیا میں تو۔۔۔ میں تو؟" مامی تنک کر پوچھنے لگیں۔
"میں تو۔" ماموں نے بے اختیار تھوک نگلا۔
"میں تو سوچ رہا تھا۔" اتنا کہہ کر مامی سے نظریں چرائیں' اگلے جملے کے لیے یہ اشد ضروری تھا۔
"ذذذ۔۔۔ ذکا اور اسوہ" "کیا۔۔۔؟" کمرے میں جیسے بھونچال سا آگیا۔
کیا مساج اور کیا چہرے کی تازگی۔ سب بھول بھال مامی بھڑک کر ماموں کی طرف لپکیں۔
"میں کہتی ہوں۔۔۔ سوچا بھی کیسے۔۔۔ جرات کیسے کی؟" اتنا شدید غصیلا رد عمل۔
ماموں کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ کمرے میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ دو منٹوں کے اندر اندر ماموں کا تکیہ اور چادر بیڈ روم سے باہر اڑ کر آئے' اور پیچھے بھیگی بلی بنے ماموں بھی۔
اگلے چند لمحوں میں ماموں لاؤنج کے صوفے پر سکڑے سمٹے پڑے تھے' شادی کی پہلی رات بھی ماموں کو یہ سزا جھیلنی پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

اور ادھر بھانجی صاحبہ اپنی بدلتی چال کا ثبوت کمرے کی دیواروں کو دے رہی تھیں' دیوار گیر گھڑی پر رات کا ایک بجنے والا تھا۔ نانی اپنے بستر پر محو خواب تھیں' کمرے کی خاموشی کو یا تو ان کے خراٹے چھیڑ رہے تھے یا اسوہ کی بھنبھناہٹ۔ اپنے بستر پر لحاف میں گھسی' موبائل فون سے لگائے وہ دبی آواز میں غرا رہی تھی۔
"خدا کا واسطہ۔۔۔ بخش دو مجھے۔ میں تھک گئی ہوں اس پریڈ سے۔" دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ اس کی غراہٹ منمناہٹ میں بدل گئی۔
"تم کچھ نہ کرنا' بیٹھے رہو چین کی بنسی بجاتے۔" منمناہٹ پھر سے غراہٹ میں بدلی۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ میں پکڑے سیب پر بھی دانت گاڑے۔
"سب ٹھیک ہو جائے گا' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" سیب کا بڑا سا ٹکڑا چبا لیا تھا کہ اس وقت فون کے دوسری طرف موجود دل کے مالک کی نقل اتاری تو تلملاہٹ کے ساتھ۔
"جب اسوہ دلہن بن کر رخصت ہو جائے گی' تب ٹھیک ہو جائے گا۔" غصہ ایک بار پھر حاوی ہوا۔
"بس بس۔ زیادہ ڈائیلاگ مارنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے یہ ہتھیار گھس چکے ہیں۔" اس کے لہجے میں تمسخر نمایاں تھا۔

"کل پھر میری سزا ہے۔" اگلا جملہ رونی صورت اور دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کہنے کی ضرورت نہیں۔" یک دم وہ پھر جوش میں آکر غرائی۔ "میں خود ٹرینڈ ہو چکی ہوں رشتے بھگانے میں۔ اب تو ماما بھی مجھ پر شک کرنے لگی ہیں۔" آواز میں بے چارگی رچی ہوئی تھی۔

"تم بھی کچھ نہ کرنا' سارا کچھ میں ہی کروں گی' تم ساری زندگی **گھگھیاتے** رہنا' وہ بھی۔" وہ دانت پیس پیس کر کہنے کے ساتھ بنا دیکھے ادھ کھایا سیب سائیڈ ٹیبل پر رکھنا چاہا۔ سیب تو وہاں ٹک گیا' لیکن پانی سے بھرا گلاس ہاتھ لگنے سے فرش پر جا گرا۔ اسوہ بری طرح سے ہڑبڑائی۔

پورا منہ کھول کر وہ گھبراہٹ کے مارے نانی کو دیکھنے لگی' جو **کسمسا** رہی تھیں۔

"شش... شش۔" نانی نیند میں کسی کو بھگا رہی تھیں۔ اسوہ نے سانس روک لی تھی۔

"بند کرتی ہوں' نانی بیدار ہو رہی ہیں۔" دبی آواز میں کہہ کر موبائل آف کر دیا۔

"دیکھ اسوہ! بلی تو نہیں گھس آئی؟" نانی کی نیند بھری آواز میں تشویش غالب تھی۔

"میرے دانت بھی رکھے ہیں... پیالے میں... چبا نہ جائے منحوس۔"

"بلی نہیں ہے نانی۔" اسوہ نے اکتا کر کہا اور تکیے برابر کرنے لگی۔

"باگڑ بلا ہے۔" بڑبڑاتے ہوئے سر تکیے پر گرا لیا تھا۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی ڈیپریشن ہونے لگا تھا' یہ نہ جانے کیسی محبت تھی۔ نکھرنا تو دور کی بات جل سڑ کر شکل اور **فٹے منہ** ہوتی جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"آؤ آؤ صاحبزادے!" اپنے آفس میں داخل ہوتے ذکا پر نظر پڑتے ہی ماموں نے خوش دلی سے کہا' اور سامنے رکھی فائل ایک طرف کر دی۔

ذکا چیئر گھسیٹ کر بیٹھ چکا تھا۔ ماموں کی خوش دلی کے جواب میں بنا کسی مسکراہٹ کی چھب دکھائے۔ اتری ہوئی شکل کے ساتھ میز کی شفاف سطح کو گھورتا رہا۔ ماموں قدرے ٹھٹکے۔

"یہ آج وحید مراد کی جھلک کیوں نظر آرہی ہے تم میں؟" ذکا ہنوز ٹھس سا بیٹھا رہا۔

"اس کا مطلب ہے... سب ٹھیک کہہ رہے تھے۔" ماموں نے سنجیدگی دکھائی۔

"کون سب؟" حسب توقع ذکا کا آسن ٹوٹا۔ "اور کیا ٹھیک کہہ رہے تھے؟" اس کے ماتھے پر تیوریاں تھیں۔

"یہی تمہارے ماتحت۔" ماموں نے سرسری لہجے میں بتایا۔ ذکا پھر پہلے والی حالت میں چلا گیا' یعنی ٹھس اور سست۔

"کوئی دس بندے تو ضرور آئے۔ اس اطلاع کے ساتھ کہ ذکا صاحب مراقبہ میں ہیں۔" ماموں کے تیز لہجے پر بھی ذکا نے چہرے کے تاثرات نہیں بدلے۔

"صاحبزادے!" ماموں تھوڑا سا آگے ہوئے۔ "اس عمر میں گوتم بدھ بننے کی کیا سوجھی؟"

پوچھنے کا انداز دوستانہ تھا۔ ذکا پہلے پیپر ویٹ گھماتا رہا۔ پھر اچانک آگے ہو کر بولا۔

"ڈیڈی! مجھے آپ کی ہیلپ چاہیے۔"

"میاں! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے' معدے میں گرانی یا اینٹھن... گلے میں..."

"ڈیڈی۔" ذکا نے بات اچک کر بدستور لجاجت دکھائی۔ "پرامس کریں آپ میری ہیلپ کریں گے۔"

ماموں انتہائی شکی نظروں سے کئی سیکنڈ گھورتے رہے' جس کی حالت قابل دید ہو رہی تھی۔

"یہ ہیلپ میرے اختیارات کی حد کو چیلنج کرے گی تو پھر میرا ایکسکیوز قبول کرو۔"

"ڈیڈی!" ذکا پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی۔ "اپنی بیوی کے شوہر کے علاوہ کبھی ایک باپ بھی بن کر دکھائیں۔" ماموں کی آنکھیں پوری کی پوری پھیل گئی تھیں۔

"انتہائی نامعقول مشورہ ہے۔"

"واٹ" ذکا ٹھیک سے سن نہیں پایا' ماموں کیا بڑبڑائے۔

"میرا مطلب ہے۔ طریقے سے اپنی پریشانی بتاؤ۔ چک پھیریاں نہ دو لفظوں کو۔" ماموں تھوڑے سے نرم پڑے۔

"بات یہ ہے۔" ذکا آگے ہوا اور ایک پل میں اپنی وجہ پریشانی بتا بھی دی۔ جسے سن کر ماموں ذکا والی پوزیشن میں چلے گئے۔ ساکت اور بالکل بے تاثر۔

"ڈیڈی... ڈیڈی!"

"آں ہاں۔" ذکا کی پکار دور کہیں سے آتی محسوس ہوئی' مگر وہ پھر بھی دماغ کو حاضر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ذکا کی طرف دیکھا' پھر نظریں چرائیں۔

ٹائی کی ناٹ کو دائیں بائیں کر کے کھنکھارا اور پھر سے خیالوں میں کھو گئے۔ ذکا کو خبر بھی نہیں تھی اور وہ پھر سے رات والے منظر کو ری وائنڈ کر بیٹھے تھے۔ جب تکیے' چادر سمیت انہیں کمرہ بدر ہونے کا حکم ملا تھا۔ اور وہ لاؤنج میں رات گزارنے پر مجبور ہوئے تھے۔

"اس کام میں ہاتھ کیوں ڈالا۔ جس کے پورا ہونے کی امید ہی نہیں۔" پھر بولے تو بے حد بے چارگی سے۔

"ڈیڈی... ایسے کاموں میں اختیار چلتا ہی کہاں ہے!" ذکا اب ہلکا پھلکا ہو چکا تھا۔

"بیٹا جی! پھر رزلٹ کے لیے بھی تیار ہو۔ جو زیرو پرسنٹ بھی تمہارے اختیار میں نہیں۔"

"ہو کیئرز... آپ ہیں نا" ذکا کو ان سے کچھ زیادہ ہی امید ہو چلی تھی۔

جلال صاحب "آپ ہیں نا" سن کر سر نیہواڑ کر بیٹھ گئے۔

☼ ☼ ☼

ڈرائنگ روم میں زیادہ کھانے کا مقابلہ جاری تھا۔ رشتے کے لیے آئی لڑکے کی ماں' بہن بھابھی اور رشتہ لانے والی نادرہ۔

منہ میں جاتے نوالوں کی رفتار نانی کی آنکھیں پھیلانے کا سبب بن رہی تھیں۔

"ماشاء اللہ۔" کھانے کا دورانیہ نہ جانے کتنا طویل ہونا تھا۔ نانی نے ہی گفتگو کا آغاز کر ڈالا۔

"بہت خوب صورت بہت ملنسار ہے میری نواسی۔" اس تعریفی جملے نے مامی کو آگ لگا دی۔

"ایسی سگھڑ... ایسی سلیقہ مند کہ مثال نہیں۔"

مامی پانی پی رہی تھیں۔ پیتے پیتے اچھو لگ گیا۔ نانی مامی کی پروا کیے بغیر کسی سبق کی طرح اسوہ کا پہاڑہ پڑھنے میں لگی رہیں۔

"بہت سیدھی سادی' نیک شریف ہے میری اسوہ۔ زمانے کی چالاکیوں سے پاک... سچ کہوں جو دیکھتا ہے۔"

"دمکرے پڑجاتے ہیں اس کی آنکھوں میں۔" مامی نے نانی کی بات کاٹی' مگر بولیں اس والیوم کے ساتھ کہ صرف نانی ہی سن سکیں۔

"ماشاللہ... ماشاللہ۔" لڑکے کی ماں نے ڈکار کے بعد تعریفوں کا جواب دیا۔

"اماں! اتنے جھوٹ بولیں جتنے لے جاسکیں۔" نانی کو پھر سے الرٹ ہوتا دیکھ کر مامی نے سرگوشی میں کہا۔ "قبر میں۔" یہ منہ میں کہا تھا۔ مگر نانی کی تیز سماعتوں نے فوراً" پکڑ لیا۔

بھنویں سکوڑ کر انہوں نے مامی کو گھورا تھا' جو کہہ کر معصوم بن بیٹھی تھیں۔

"السلام علیکم۔" ڈرائنگ روم کی فضا میں سریلی سی آواز میں کیے گئے سلام نے مہمان خواتین کو فوراً" متوجہ کیا۔ اول جلول سے حلیے میں' ناک پر نظر کا موٹے شیشوں اور پرانے زمانے کے کالے فریم والا چشمہ لگائے... مسکراتی ہوئی ثوبیہ مہمان خواتین کے رنگ فق کر گئی۔

"وعلیکم... وعلیکم..." صرف بڑی بی کا حوصلہ ہوا سلام کا جواب دینے کا۔ وہ بھی مری ہوئی آواز میں مارے باندھے۔

"ماں جی.... یہ.... یہ آپ کی نواسی ہے؟" مامی کے پہلو میں بیٹھتی بیٹھتی ثوبیہ پھر سے کھڑی ہو گئی۔
تیکھے تیور بنا کر سوال پوچھنے والی کو دیکھا۔ جو شاید لڑکے کی بہن تھی اور ثوبیہ کو دیکھ کر سر تا پا مایوس ہو بیٹھی تھی۔
"یہ پوتی ہے میری۔" نانی کے لہجے میں پوتی کے لیے حلاوت ہی حلاوت تھی۔
"آپ کی نواسی بھی اتنی ہی سیدھی سادی ہے؟" بہن کی فکر نے نیا رنگ بدلا۔
ثوبیہ کے ساتھ ساتھ مامی بھی بدمزہ ہو گئیں۔ ثوبیہ کے حسن کے بارے میں وہ قطعی خوش گمان نہیں تھیں، مگر یوں جب کوئی منہ پر ہی ثوبیہ کو دیکھ کر ایسے جملے کہتا تو دل میں چبھن ہی چبھن ہوتی تھی۔
"بیٹا! کس نمبر کی عینک لگی ہے؟" آپ کے بڑی بی نے ثوبیہ کی گوشمالی کا ذمہ اٹھایا۔ گو کہ لہجہ شیریں تھا۔ مگر سوال قطعی اذیت بھرا۔
"آخری نمبر کی۔" ثوبیہ نے ہر ممکن حد تک رکھائی برتی اور پاؤں پٹختی واپس ہولی۔
چند لمحوں کے لیے تو نانی اور مامی دونوں چپ سی ہو بیٹھیں۔ ثوبیہ کے متعلق اپنوں، بیگانوں کے یہ مایوس کن اور تمسخرانہ رویے اندر کہیں چھید ڈال دیتے تھے۔
"آ... اسوہ آئی نہیں ابھی تک۔ بلائیں نا اسوہ کو۔" نادرہ نے ہی اپنی پاٹ دار آواز کا جادو جگا کر نانی اور مامی کی اداسی بھگانا چاہی۔
"زلزلہ جب آتا ہے بغیر اطلاع کے آتا ہے۔" مامی نے خاص الخاص نانی کو سنایا تھا اور پھر واقعی زلزلہ آ بھی گیا۔
"آداب...."
ماتھے تک ہاتھ لے جا کر اس ادا سے کہا کہ امراؤ جان دیکھتی تو وہ بھی غش کھا جاتی۔ ابھی تو مہمان خواتین کے ساتھ ساتھ نانی اور نادرہ بھی غش کھانے کی حالت میں آ گئیں۔

مامی البتہ خون کے گھونٹ پی رہی تھیں۔ یہ لڑکی آج بھی انہیں ہاتھ دکھا گئی تھی۔ تیل میں چپڑے بال دو چوٹیوں میں کسے تھے۔ کاجل کی دھاریں کانوں کو چھو رہی تھیں۔ ہونٹوں پر اورنج رنگ کی لپ اسٹک اور کپڑوں کے رنگ ایسے کہ انڈیا کا جھنڈا بھی شرما جائے دیکھ کر نادرہ کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑنے لگے۔
"آ... آپ دونوں ذرا میرے ساتھ آئیں۔" نانی اور مامی کو آہستگی سے کہتی نادرہ کھڑی ہو گئی۔ نامعلوم اکیلے میں کیا کہنا چاہ رہی تھی۔
"تیل میں غوطے لگانا ایسا ضروری تھا کیا؟" نادرہ کے پیچھے جاتے مامی اسوہ کے کام میں صور پھونکنا نہ بھولیں۔
اسوہ کے چہرے کا رنگ لمحہ بھر کو بدلا... پھر نابیناؤں کی طرح ہاتھ مارتی صوفے پر جا بیٹھی۔ لڑکے والیاں کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کی تفسیر لگ رہی تھیں۔
"بیٹی.... " بڑی بی نے سوکھا حلق تر کر کے ایک آس سے پوچھا۔ "لگتا ہے تم اپنا نظر کا چشمہ لگانا بھول گئیں؟"
اسوہ کے چہرے پر تاریک سائے دوڑنے لگے۔ ہونقوں جیسی مسکراہٹ کا فوراً گلا گھونٹنے کے بعد بولی۔
"چشمہ؟" لہجے میں شدید ترین حیرانی تھی۔ پھر درد کی تصویر بنتے ہوئے افسردگی سے گویا ہوئی۔ "آنٹی .... زخم مت کریدیں.... یہ آنکھیں...." اتنا کہہ کر ہونٹ پھڑپھڑائے ساٹھ کی ہیروئن کو بھی مات دیتی اداکاری۔ اس زمانے میں ہوتی تو نشو کی ہم پلہ ہوتی۔ "مم.... میں.... پ.... پیدائشی نابینا۔"
...... آگے آنسوؤں کے گولے نے بولنے ہی نہیں دیا۔ سننے والیوں کی برداشت نے بھی اتنا ہی ساتھ دیا۔
"نادرہ نے اتنا بڑا جھوٹ بولا؟" لڑکے کی بہن جل کلس رہی تھی۔
"چلیے امی!" بھابھی نے اٹھنے میں دیر نہ لگائی۔
"اس کی نانی اور مامی کو تو آنے دو۔" بڑی بی میں کچھ

مروت باقی تھی۔
"بس چلیں۔" بھابھی ترخ کر بولیں، بڑی بی کو اٹھنا پڑا۔
"آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" اسوہ نے آنکھیں پٹ پٹا کر مصنوعی گھبراہٹ طاری کی۔
"ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ باہر بورڈ لگادو اندھوں کے لیے رشتے درکار ہیں کا۔ تاکہ ہم جیسے معصوم بچ جائیں۔"
بھابھی کچھ زیادہ ہی ہرٹ ہوئی تھیں۔ اسوہ نے ٹامک ٹوئیاں مارنا بدستور جاری رکھا۔
"سارا خاندان نابینا ہے۔ پوتی کو آخری نمبر کے کھوجے لگے ہیں۔ نواسی سرے سے بے دید۔" اسوہ کے بوکھلا کر کھڑے ہونے تک تینوں خواتین رخصت ہو چکی تھیں۔ اسوہ سیٹی بجاتی صوفے پر ڈھے گئی۔
"اب بچی۔ جو تیل سر پہ لگایا ہے اس کی مالش بھی کرے۔ مامی سے لتر بھی تو کھانے ہیں۔"
سموسے پر چٹنی انڈیلتے ہوئے اس نے چٹخارا یوں لیا جیسے لتر کی جگہ بھی سموسے ہی کھانے ہوں۔

☼ ☼ ☼ ☼

رات تک مامی کا فشار خون آخری ڈگری تک پہنچ گیا۔ اسوہ کمرے سے کھانے کے لیے بھی نہیں نکلی تو مامی، ماموں سمیت نانی اور اس کے مشترکہ کمرے میں جا گھسیں۔ جب تک اس کی اس حرکت پر برا بھلا نہیں کہنا تھا مامی کو سکون کیسے مل سکتا تھا۔
ذکا اور ثوبیہ بھی پیچھے بھاگے تھے، نانی وہاں پہلے سے ہی اسوہ کی کلاس لگائے بیٹھی تھیں۔
"میں کہتی ہوں ابھی بھی وقت ہے، کچھ سیکھ سمجھ لو۔" نانی سنجیدہ بھی تھیں اور آزردہ بھی۔ "یہ جو تم نے آج کیا ہے؟"
"آج کہاں؟" مامی زیادہ دیر خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ بالخصوص جب اسوہ کو ڈانٹنے کا معاملہ ہو۔
تین مہینوں سے یہ تماشا ہو رہا ہے۔"
"آہستہ آہستہ۔ آرام سے۔" ذکا کی بے چینی کو ماموں نے زبان دی تھی۔ مامی نے ہونٹ سکوڑ لیے۔
"شریف اور تمیزدار لڑکیوں کے یہ وطیرے نہیں ہوتے۔" نانی کو آج شاید بہت دکھ پہنچا تھا۔
"ہونہہ شریف اور تمیزدار ....." مامی نے تمسخرانہ ہنکارا بھرا تھا۔ وہ جو پچھلے کئی گھنٹوں سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس ایک ہنکارے پر غیرت میں آگئی۔

"وطیرے!" جھٹ سر اٹھا کر حیرت سے پوچھا۔ آنکھوں میں شرارت بھری تھی۔
"ہاں۔ چھن۔" نانی اپنی دھن میں ہی تھیں۔
"لچھن؟" اسوہ نے ابھی بھی نافہم انداز سے سر ہلایا۔
"اوہو!" نانی جی بھر کر زچ ہوئیں۔
"کیوں بھینس کے آگے بین بجا رہی ہیں۔" مامی کی تمسخرانہ نظریں اسوہ پر تھیں۔ "یہ سدھرنے والی مخلوق نہیں۔" مامی کا لہجہ بہت توہین آمیز تھا۔ اسوہ کو اندر کہیں شدید درد ہوا۔
"نانی!" مگر اندر کا کرب چہرے سے عیاں کرنے کی وہ عادی نہیں تھی۔ ابھی بھی بھولپن سے بولی۔
"سلیس اردو میں سمجھائیں نا۔ اشفاق احمد والی اردو بولیں گی تو میں خاک سمجھ پاؤں گی؟"
"بس بخشو مجھے۔ میرا مغز اتنا ہی کام کرتا تھا۔" نانی کچھ زیادہ ہی تنگ آگئی تھیں۔
"اچھا کوئی بات نہیں۔ ہو جاتا ہے ایسا۔" ماموں سے بھانجی کے چہرے کے پھیکے رنگ چھپے نہ رہ سکے۔
برداشت تو انہیں ذکا بھی رہا تھا مگر مامی کے سامنے بولنا اپنی شامت آپ بلانے کے مترادف تھا۔
"میری بھانجی کی ابھی عمر ہی کیا ہے۔ رشتے بہت۔"
"کمال کرتے ہیں آپ؟" ماموں کی حمایت پر مامی اور زیادہ بھڑکیں۔
"ناک کٹوا دی اس نے۔ آپ۔؟"

"یہ آپ لوگوں کی کتھا پتا نہیں کب ختم ہو گی؟" مامی کی بات پر اب کے ثوبیہ نے حملہ کیا تھا۔ "سونے جا رہی ہوں میں۔۔۔ گڈ نائٹ۔"

ثوبیہ کو گھر کی سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اپنی کتابوں میں گم رہتی تھی۔

"کبھی ایسا کہیں دیکھا یا سنا کہ لڑکیاں گھر آئی خوش بختی کو باہر دھکیل دیں۔" اسوہ کی پیشی اتنی جلدی ختم نہیں ہونی تھی۔ ثوبیہ کے جانے کے بعد مامی پھر سے فارم میں آئیں۔

"تمہارے گھر ایسا ہوا۔۔۔ اور ساری دنیا نے دیکھا' دسواں رشتہ ہے جو اس کی بے ہودگیوں کی نذر ہو رہا ہے۔"

"اٹس او کے مما۔۔۔! ہو گئی غلطی۔۔۔ اب" کب سے پہلو بدلتے ذکا کے منہ سے بھی اسوہ کی حمایت میں کچھ نکل ہی گیا۔ یعنی ایک غلطی کی صفائی پیش کرنے میں وہ خود غلطی کر بیٹھا تھا۔

"تم چپ رہو" اتنا سخت لہجہ تھا مامی کا ـــ کہ ذکا کو واقعی چپ لگ گئی۔ اسوہ نے ہونٹ بھینچ کر ذکا کو دیکھا تھا۔

"ارے ایک کی سو بنا کر نادرہ کہاں کہاں نہیں یہ بات پہنچائی جائے گی۔ دیکھ لیجئے گا۔ سارا شہر طعنے دے گا۔ جلال الدین اکبر کی بھانجی ایسی' جلال الدین اکبر کی بھانجی ویسی۔۔۔" مامی نے ہاتھ نچا نچا کر ساری اپنی اداکارانہ صلاحیتیں دکھا ڈالیں۔

اسوہ کو جمائیاں آنے لگی تھیں۔ ماموں کے آثار بھی نیند بھرے ہو رہے تھے۔

"اماں۔۔۔" بیوی کی چپ کو غنیمت جان کر وہ بے بسی سے بولے۔ "میری طرح آپ کا بھی سر درد کر رہا ہے نا۔"

مامی نے ہونٹ بھینچ کر ضبط کیا تھا۔ ماموں ماں کا آسرا پا کر شیر ہو جاتے تھے۔

"تمہاری بیوی بولے گی تو سر تو درد کرے گا ہی۔" نانی کو تو موقع چاہیے ہوتا تھا بہو کی شان میں سنانے کا۔

"ان ہی باتوں نے اس کو شہ دے رکھی ہے۔" مامی نے تیر مار کر نظریں اسوہ پہ گاڑیں۔

"میری باتیں میرے منہ پر مار کر اس کی اور ہمت بندھائیں۔ میں بیچ میں آنے والی کون؟" اگلے پل تن فن کرتی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

نانی اور ماموں کے چہرے پر بیک وقت سکون چھایا۔ موقع غنیمت تھا۔ فائدہ اٹھاتے ہوئے ذکا نے بھی ہمدردی کے دو بول اسوہ سے کہنے ہی چاہے تھے کہ مامی آندھی کی طرح پھر کمرے میں جلوہ گر ہوئیں۔ ذکا کا منہ جتنا کھلا تھا۔ اتنا کھلا ہی رہ گیا۔

"ذکا۔۔۔"

"جی مما!" ذکا نے ریموٹ کنٹرولڈ الفاظ نکالے۔

"چلو اپنے کمرے میں۔۔۔ رات بہت ہو گئی ہے۔"

"مم۔۔۔ میں آ ہی رہا تھا۔" وہ منمنایا تھا۔ اسوہ سپاٹ نظروں سے اسے تک رہی تھی۔

"تم چلو میرے ساتھ۔۔۔ صبح آفس جانا ہے تم نے" مامی نے اسے اٹھا کر دم لیا۔ بے چاری سی شکل بنائے وہ مامی کے ہمراہ ہوا تھا۔ اسوہ کی نظریں دروازے تک اس کے تعاقب میں گئیں۔

"مناماں کی لوری کے بغیر سو ہی نہیں سکتا۔" بڑبڑائی تو وہ اپنے آپ سے تھی۔ مگر اندر کہیں بھانبھڑ سے جلنے لگے تھے کہ آواز کا والیوم خود بخود اونچا ہو گیا۔ ماموں اور نانی نے بیک وقت ہنکارا بھرا تھا۔ ماموں نے احتیاطاً" اور نانی نے تنبیہاً"

☼ ☼ ☼

نانی اپنے بستر پر حسب عادت و معمول کسی ورد میں مشغول تھیں۔ وال کلاک نے بارہ بجنے کا اعلان کیا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ واش روم کا دروازہ ابھی بھی بند تھا۔

"نہ جانے کون سے اسم پڑھ رہی ہے اندر؟" انہیں ہلکی سی بے چینی نے گھیرا۔

"مامی نے تاک تاک کر میری ذات پر حملے کیے

ہیں۔" ہر ممکن حد تک آواز نیچی کر کے اس نے دکھڑا رویا تھا۔

"میں نے نہیں کہا تھا مجھ سے محبت کرو۔" دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ وہ بھڑک سی گئی۔

"اور پھر میرے سامنے اظہار بھی کردو.... اور مجھے مجبور بھی کرو کہ میں تم سے محبت کروں' جو کہ میں نے کرلی..." آخری جملہ اس نے انتہائی رونکھی اور مسکین شکل بنا کر کہا تھا۔ جیسے محبت نہ ہوئی اسکول کا امتحان ہو گیا۔ جسے ہر صورت پاس کرنا ہی کرنا ہے۔

"پچھتاؤں نہ تو کیا تمہیں تمغے پہناؤں۔" جس طرح بھڑک کر وہ غرائی تھی۔ دوسری طرف موجود ہستی ضرور پچھتائی ہوگی۔

"دیکھو.... میرے سامنے سلطان راہی بننے کی ضرورت نہیں.... مجھے تمہاری بڑھکیں نہیں چاہئیں.... میری مامی کے سامنے سلطان راہی بن کر دکھانا۔" بہت چمک کر اس نے وہ کام کرنے کو کہا جو خود اس کے بھی بس سے باہر تھا۔

"جانتی ہوں...." اب کے ہونٹ لٹک گئے' آواز زیادہ چست ہو گئی۔ "سو چنگیز خان مرے ہوں گے تب میری مامی پیدا ہوئی ہوں گی۔" دوسری طرف کی بات نانی کی پکار تلے دب گئی۔

"اسوہ.. اے بچی..! غسل خانے میں ہی سو گئیں کیا؟" آواز سے لگ رہا تھا نانی دروازے پر کھڑی ہیں۔

"دو سیکنڈ" کہہ کر ہلکا سا دروازہ کھول کر جھانکا۔ نانی دروازے پر تو نہیں تھیں مگر پلنگ پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھی تھیں۔ صاف لگ رہا تھا بے چینی سے غسل خانہ فارغ ہونے کی منتظر ہیں۔

اسوہ نے جھپاک سے سر اندر ڈالا اور "بند کرتی ہوں" کہہ کر موبائل آف کر کے بغل میں دبا لیا۔

"باہر نکل آ.... مجھ غریب کو کیوں سزا دے رکھی ہے؟" اسوہ نے سر جھکا کر باہر کا رستہ ناپا تھا۔

☆ ☆ ☆

رات کو کب سویا جائے' یہ تو اپنے اختیار میں تھا۔ مگر صبح کس وقت ہونی چاہیے...؟ یہ اختیار مامی نے چھین لیا تھا' ہفتہ بھر سے وہ صبح بہ وقت تمام سات بجے تک اٹھنے لگی تھی۔ مامی کے نزدیک اس کے اس جلدی جاگ جانے کی بھی کوئی وقعت نہیں تھی کہ ماتھے پر شکنوں کا جال مزید گنجلک ہونے لگتا تھا اسے دیکھ کر۔

ابھی بھی بمشکل بستر چھوڑ کر چند چھینٹے چہرے پر مار کر وہ قدم گھسیٹتی لاؤنج سے گزر رہی تھی جب جاگنگ سے لوٹتے ذکا سے ٹکرا گئی۔ ذکا نے کندھوں سے پکڑ کر اسے دور کیا تھا۔ وہ ابھی بھی نیند میں جھول رہی تھی۔

سر جھٹک کر اس نے دائیں طرف سے نکل جانا چاہا ذکا دائیں طرف ہو گیا' بائیں طرف ہوئی تو ذکا بائیں طرف سے سامنے تھا۔ ذکا کی شرارت سمجھ کر وہ جس طرح جھنجلائی۔ نیند کا خمار تک اڑن چھو ہو چکا تھا۔

"مسئلہ کیا ہے.... نشے میں ہو؟" ایک جگہ ٹھہر کر نہایت سنجیدگی سے سوال داغا۔

"حلیہ تو تمہارا لگ رہا ہے۔" ذکا نے برجستگی سے شوخ دکھائی۔

"ڈن تو تم لگ رہے ہو۔" لفظوں کے کھیل میں اس سے جیتنا مشکل تھا۔ ابھی بھی ذکا نے گہری سانس لی تھی۔

"مجھ سے جب بھی بولنا... شیطانی جملے ہی بولنا... کبھی خیر کی بات بھی کر لیا کرو۔"

"صبح صبح آکر میرے سامنے ڈولنا شروع ہو جاؤ گے تو میں یہی سمجھوں گی نا" ذکا کی خفگی کا اثر لیے بنا وہ پرسکون لہجے میں بولی۔

"مائی گاڈ" ذکا نے بے ساختہ اوپر نظریں دوڑائیں۔ "گلے تو تم ملنے لگی تھیں.... ڈولنے کا الزام مجھ پر۔"

"ذکا" اسوہ نے آگے کون سا شیطانی جملہ بولنا تھا... سننے کی نوبت نہ آسکی۔ مامی کی گرجتی پکار کہیں

قریب سے ہی ابھری۔
ذکا حسب عادت لرز کر سیدھا ہوا۔ یہ ٹاکرا مہنگا پڑ سکتا تھا۔
"انوکھے لاڈلے ... جاؤ فیڈر پیو... دیر ہو رہی ہے۔" اسوہ کے پچکارنے میں تمسخر تھا۔
"مما! میں جا رہا تھا چینج کرنے۔" پیچھے کھڑی مامی کے سامنے منمنانے کے بعد اسوہ پہ ایک نگاہ غلط ڈالنے کی غلطی کیے بنا وہ سیڑھیاں ایک جست میں چڑھ گیا تھا۔
مامی، اسوہ کو بھنویں سکوڑ کر دیکھتی ڈائننگ ہال میں داخل ہوئیں۔ پیچھے وہ بھی تھی، ثوبیہ ڈائننگ ٹیبل کے گرد چیئر گھسیٹے چائے سڑک رہی تھی۔
"آج یونیورسٹی نہیں جا رہی ہو؟" ثوبیہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر وہ پوچھنے لگی۔ ثوبیہ نے کپ پٹخ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ اور جواب کی زحمت گوارا کیے بغیر کھڑی ہو گئی۔
"ثوبیہ! اپنی مدحت خالہ کا نمبر تو ملا دو... پوچھو فیضان کب آ رہا ہے؟" مامی، ثوبیہ کو خالی کپ اٹھا کر ڈائننگ ہال سے نکلتے دیکھ کر کہنے لگیں۔
"فیضان صاحب پتا نہیں کون سے فیض لا رہے ہیں۔ مما کا انتظار ہی ختم نہیں ہو رہا۔" ثوبیہ بھی ناگوار بڑبڑاہٹ کے ساتھ مدحت خالہ کا نمبر ملانے چل دی۔
پیچھے وہ کچھ دیر تو ٹیبل پر انگلیوں سے طبلہ بجاتی رہی۔ پھر مامی کی ڈائننگ ہال میں دوبارہ انٹری ہو گئی تو منہ میں بدبداتی کھڑی ہو گئی۔
"کچن میں بیٹھ کر ناشتہ کرنا پڑے گا۔ یہاں موسم خراب ہے۔" مامی کی عقابی نگاہوں نے دروازے تک اسے الوداع کہا تھا۔

✲ ✲ ✲

بارہ بجنے میں چند منٹ ہی باقی تھے۔ اسٹور مکمل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ صرف ہلکی سی روشنی ٹمٹما رہی تھی۔ اور وہ ہلکی سی روشنی اس موبائل اسکرین کی تھی جس پر وہ محو گفتگو تھی۔
کاٹھ کباڑ اور گھر کے فارغ سامان سے بھرا یہ اسٹور آج کل اس کی محبت کی داستان کے لیے معاون بنا ہوا تھا۔ نانی کے وظائف اتنے طویل ہو جاتے تھے کہ اسے جمائیاں آنی شروع ہو جاتیں۔ کال سننے کی ٹینشن الگ ہوتی۔ نتیجتاً" وہ اسٹور میں بارہ ساڑھے بارہ تک آرام سے بات کر کے پھر بستر کی راہ لیتی۔
"بہت ہو گئی ... اب اس تماشے کو ختم ہو جانا چاہیے۔" وہ بستروں کے اوپر بیٹھی تھی۔
"ہاں واقعی میں تھک گئی ہوں۔" آواز میں ناراضی ہی ناراضی تھی۔
"تمہاری محبت نے مجھے خوار ہی کیا ہے۔ محبت ایسی نہیں ہوتی، محبت تو فلموں اور افسانوں جیسی ہوتی ہے۔" اس کی ٹھنڈی آہ نے ٹھنڈے ٹھار اسٹور کو مزید ٹھنڈا کر دیا۔
"میری محبت کی قسمت میں ..." برا سامنہ بنا کر موبائل سامنے کر کے ملاحظہ کیا اور پھر کان سے لگا کر تڑخی۔ "یہ سوکھا سڑا موبائل، رت جگا، اور اپنے کمرے سے خانہ بدوشی لکھی ہے۔" وہ سلگی۔
"اور نہیں تو کیا... کبھی واش روم میں، کبھی بیڈ کے نیچے اور آج کل اس اسٹور میں۔" اس نے منہ پھلا کر کہا۔
"اپنی محبت کا ثبوت دو اور میری اس خانہ بدوشی سے جان چھڑاؤ۔"
"اب اور کوئی کسر باقی ہے؟ مامی کی نظروں میں نفرت اور نانی کی نظروں میں شک آ گیا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ ماموں کو بھی شک ہو جائے میری اس واہیات طریقہ محبت کا... تم اپنی کارکردگی دکھاؤ۔" جس وقت وہ کارکردگی دکھانے کا حکم نازل کر رہی تھی۔ عین اسی وقت اسٹور میں کھٹکا سا ہوا۔
"کوئی آ رہا ہے۔" فی الفور اس نے موبائل آف کیا تھا۔
اسٹور میں سایہ سا ٹھہرایا۔ اسوہ بستروں میں مزید

دبک گئی۔ سایہ خوامخواہ ادھر ادھر لہراتا رہا۔ ایک طرف کاٹھ کباڑ کو کھڑکھڑایا' دو چار اور جگہوں پر ہاتھ مارے۔
اسوہ دم سادھے پڑی رہی۔
کچھ دیر کے بعد سایہ رخصت ہو گیا تو اس نے سکھ کی سانس لی۔

☆ ☆ ☆

لاؤنج میں ماموں کو چھوڑ کر باقی سب جمع تھے۔ نادرہ اپنی نئی کارکردگی کے ساتھ جامنی سوٹ اور لپ اسٹک میں جامن بنی آئی بیٹھی تھی۔ نادرہ پر خصوصی توجہ فرمانے کے لیے مامی موجود تھیں۔ نانی' اسوہ اور ذکا ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھے' جبکہ نادرہ کی آمد سے ناک تک بے زار ہوئی ثوبیہ کا سر کتاب میں تھا۔
"بس چائے وائے میں نے نہیں پینی۔" عادت کے مطابق نادرہ نے صرف مامی کے نہیں پورے لاؤنج کے کان بجا ڈالے۔ "آپ یہ تصویریں دیکھیں اور فائنل کریں۔" سستے سے چمک دار ہینڈ بیگ میں سے کئی تصویریں برآمد کیں۔
"آج نادرہ صاحبہ بھرے ہوئے معدے کے ساتھ آئی ہیں' کمال ہے۔" اسوہ ناگواری سے بڑبڑائی۔
نانی بھی نادرہ کے پہلو میں جا بیٹھی تھیں۔ نواسی کی قسمت پھوٹنے کے لیے اگلا چاند کیسا ہے۔ یہ دیکھنا تو ضروری تھا نا!
"مجھے بھی دیکھنی ہیں۔" ثوبیہ نے بھی کھٹ سے کتاب بند کر کے اشتیاق دکھایا۔
نادرہ جب جب تصویریں لاتی' ثوبیہ ان کا پوسٹ مارٹم ضرور کرتی۔ اب تو مشغلہ سا بنتا جا رہا تھا۔
"دکھتا تو ایسے رہی ہے جیسے شہزادہ وسیم کی اٹھالائی ہو۔" اسوہ کی بے زاری آج بھی کوئی گل کھلانے والی تھی۔
ذکا نے نادرہ کے جائزے کے بعد بطور خاص اسے بھی دیکھا۔
"اووومم" پہلی تصویر دیکھ کر ہی ثوبیہ نے کڑوا سا منہ بنا لیا۔

"یہ آدھا گنجم آدھا بالم ہی رہ گیا ہے اسوہ کے لیے؟" ثوبیہ نے تادیبی نظروں سے نادرہ کو دیکھا تھا۔
"ثوبیہ" نادرہ مارے صدمے کے بت بن بیٹھی تو مامی کو گھر کنا پڑا۔
تب تک ذکا نے ثوبیہ سے تصویر لے کر آدھے گنجم آدھے بالم کا دیدار کر لیا تھا۔
"یہ تو کوئی مطلوب ڈکیت لگ رہا ہے۔" ذکا کے تبصرے میں تشویش چھپی تھی۔
"تم تو چپ کرو۔" مامی بری طرح سے تاؤ کھاتے ہوئے چیخیں۔
"میں تو اس لیے کہہ رہا تھا... کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔" تصویر ٹیبل پر اچھالتے ہوئے وہ آہستگی سے بولا تھا۔

"ایسا ہوا تو میں موجود ہوں... تم بڑے نہیں ہو اس گھر کے۔" اس جھاڑ کے بعد وہ بھی نادرہ کے سامنے سوال ہی نہیں تھا ذکا کا پھر دخل دیتا۔ اترے ہوئے منہ کے ساتھ نانی کے پہلو میں جا بیٹھا۔
"کسی طرح اس نادرہ آوارہ گرد کا کام تمام ہونا چاہیے۔" نادرہ پر بہت قہر بھری نظریں ڈال کر نانی سرگوشی میں ذکا سے بولی تھیں۔
اسوہ یک ٹک ذکا کے اترے ہوئے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھی۔ حسب معمول اس کی غیرت غلط موقع پر جاگ اٹھی۔
"مامی.....! ذکا بے شک گھر کا بڑا نہیں ہے۔" مامی ہی نہیں نادرہ بھی جھٹکا کھا کر اسوہ کی جانب متوجہ ہوئی۔
اسوہ کے تیور خطرناک لگ رہے تھے۔ مامی ان تیوروں کو پہچاننے میں طاق ہو چکی تھیں۔ ابھی بھی گم صم ہو بیٹھیں۔
"مگر شادی میری ہوگی تو مرضی بھی میری چلنی چاہیے۔" نانی کے تاثرات پر سکون تھے۔ یہی حال ثوبیہ کا تھا۔ ذکا کی گھبراہٹ ہمیشہ والی تھی۔ مامی کی بھنویں ایسے سکڑ گئی تھیں جیسے پنجابی فلموں کا ولن سکوڑ لیتا ہے۔ مگر کر کچھ نہیں پاتا اور نادرہ نے تو بھاڑ

جتنا منہ کھول کر اپنی شخصیت کو مزید تابناکی عطا کردی تھی۔

"اور میں کہہ رہی ہوں... میرا ابھی شادی کا موڈ نہیں۔" اس کا انداز قطعی اور حتمی تھا۔ فیصلہ کن۔

"ہا...ہائے" نادرہ غار کا دھانہ کچھ اور وا ہوا۔

"اور یہ چھمک چھلو رشتے کرانے میں ایسی ہی ماہر ہوتی نا... تو اب تک خود کیوں کنواری پھر رہی ہوتی؟" اسوہ نے حد کردی تھی۔ نادرہ پر وحشت سوار ہو گئی۔ آنکھیں لبالب بھر گئی تھیں۔

"نزہت باجی" دل سوز پکار میں درد ہی درد تھا۔

"باجی؟" مامی کے کچھ کہنے سے قبل ثوبیہ حیرت و بے یقینی سے چلائی۔

"دیکھیے نادرہ آنٹی!" پھر ہاتھ اٹھا کر سمجھانے کے انداز میں شروع ہوئی کہ نادرہ بلبلا اٹھی۔

"آنٹی؟" یہ دوہرا غم تھا۔ پہلے اسوہ نے اور اب ثوبیہ نے...

"میری امی آپ سے چار پانچ سال چھوٹی ضرور ہیں۔ نادرہ نام رکھ لینے سے فلمی نادرہ مرحومہ نہیں بن گئیں آپ..." نادرہ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ ثوبیہ تو اسوہ سے بھی آگے نکل گئی۔

"ان کے رشتے ہوتے نظر نہیں آتے... لکھ کر رکھ لیں۔" تصویریں جھپٹ کر پرس میں ٹھونسیں۔

"تیرے منہ میں خاک۔" نانی نے کہا۔

"جا رہی ہوں میں' آئندہ کبھی نہیں آؤں گی۔" مامی بدحواس ہو کر نادرہ کے پیچھے لپکیں۔

"بچیاں ہیں' اپنا سمجھ کر مذاق کر رہی تھیں۔"

"مذاق نہیں کر رہی تھیں' تیر چھوڑ رہی تھیں۔" نادرہ ایک پل کو نہ رکی۔

مامی سر پکڑتی صوفے پر گر سی گئیں۔ اب توپ کا منہ یقینی طور پر اسوہ اور ثوبیہ پہ کھلنا تھا۔ ذکا مامی کے پہلو میں جا بیٹھا۔

"خس کم جہاں پاک۔" نانی بڑے اطمینان سے منہ میں بدبدائی تھیں۔ زور سے کہنے کا حوصلہ نہیں تھا پھر اسوہ اور ثوبیہ کے ساتھ وہ بھی لپیٹ میں آجاتیں۔

"جانے دیں نا امی!" ذکا نے مامی کے گرد بازو پھیلا کر دلاسا دینا چاہا۔

"یک نہ شد دو شد۔" مامی نے دانت کچکچائے تھے۔

ثوبیہ نے کتاب منہ کے آگے کرلی۔ اور اسوہ نے منہ ٹی وی کے آگے۔

"ایک کافی نہیں تھی میرا خون جلانے کے لیے... جو یہ دوسری بھی پیدا ہو گئی۔"

☆ ☆ ☆

کچھ کسی کے دیے طعنوں کا اثر تھا اور کچھ اپنے دل نے بھی غیرت دلائی تھی کہ اس شام جی کڑا کرکے وہ مامی کے حضور پہنچ گیا۔ کھلے دروازے سے جھانکا' مامی وارڈروب کھنگال رہی تھیں۔

"مما! آجاؤں" مامی چونک کر دروازے کی جانب متوجہ ہوئیں۔ اور پھر مسکرادیں۔

"ہاں... پوچھ کیوں رہے ہو؟"

"عادت ہے نا... بچپن کی۔" وہ سر کھجاتا' جھجکتا' لرزتا مامی کے قریب پہنچ گیا۔ مامی ہنوز مصروف رہیں۔

"بزی ہیں؟"

"کچھ خاص نہیں۔" وارڈروب کے اندر سے آواز آئی تھی۔ یعنی ابھی مامی کا ارادہ سر باہر نکالنے کا نہیں تھا۔

ذکا بیڈ پر بیٹھ کر اضطرابی کیفیت میں انگلیاں مروڑنے لگا۔ آتو گیا تھا مگر اب ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ قدرے تاخیر سے مامی نے رخ پلٹا تو ذکا کو دیکھتے ہی ٹھٹکیں۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری' پیلے پیلے سے لگ رہے ہو؟" باقی کے کپڑے پھر کسی وقت ترتیب دینے کا سوچتی وہ ذکا کے پاس آئیں۔ قریب بیٹھ کر تشویش سے اس کا ماتھا چھوا۔

"بات ہی ایسی ہے کہ پیلا پڑنا ہی تھا۔" یہ جملہ منہ ہی منہ میں کہہ کر اندر اتار لیا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔۔ اونچا بولو۔" مامی نے بھنویں سکوڑلیں۔ ذکا کچھ اور گھبرایا۔

"مما۔۔۔!وہ۔۔" آپ ہمت جواب دینے لگی تھی۔

"مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہے ہو" اس کے ٹھنڈے ٹھار ہاتھوں کو پکڑ کر مامی نے کچھ اور تفکر دکھایا۔

"مام! فار گاڈ سیک" ایک تو بات نہ کرسکنے کا غم۔۔۔ اوپر سے مامی کی یہ بلاوجہ کی فکر۔ وہ جھلا ہی گیا۔ "بڑا ہوگیا ہوں میں۔۔۔ مجھے اب بیماریوں، دوائیوں سے ہٹ کرڈیل کریں۔"

"چل ہٹ۔۔۔ دسویں تک تو میرے ساتھ سوتے آئے ہو۔" مامی کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔

ذکا کے کندھے ڈھلک گئے۔۔۔ مامی بھی کمال تھیں۔ وہ جس مقصد کے لیے آیا تھا۔ اس مقصد کی راہ میں جذباتی روڑے اٹکائے جارہی تھیں انجانے میں۔

"اور تم جتنے بھی بڑے ہو جاؤ' میرے لیے بچے ہی رہو گے۔۔"

"مم۔۔۔ مگر میری بات سن لیں۔" قدرے توقف کے بعد نڈر بننے کی طرف پہلا قدم اٹھایا تو مامی مسکرا دیں۔

"اچھا۔۔ سناؤ۔"

"جیسا کہ آپ جانتی ہیں۔" اسٹائل خالصتاً"موسم کا حال بیان کرنے جیسا تھا۔ "میں اب اتنا بڑا ہوگیا ہوں کہ کافی سارے کام خود کرنے کے ساتھ ساتھ آفس بھی جانے لگا ہوں۔" سن کر مامی نے صرف تالیاں نہیں بجائیں۔ باقی ستائشی تاثرات سے خوب نوازا۔

"تو۔۔ مطلب۔۔۔ جیسا کہ۔" ایک ٹرانس کے عالم میں جوتوں کو مرکز نگاہ بنائے وہ کہتا چلا گیا۔

"سنتے آئے ہیں بچپن سے کہ۔۔۔" حلق خشک ترین ہو رہا تھا۔ تھوک نگلنا پڑ گیا یہاں آکر۔

"مطلب۔۔۔ نوکری اور شا۔۔۔ شادی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے تو۔۔ تو۔۔"

"تو میرا بیٹا۔۔۔" مامی کو ترس آگیا تھا کان مروڑ کر مصنوعی سختی سے گویا ہوئیں۔ "نوکری والا ہو کر شادی کے قابل ہو گیا ہے۔" ذکا نے یوں سانس باہر نکالی جیسے پل صراط عبور کرلیا ہو۔

"تو۔۔۔ آپ سمجھ گئیں؟" چہرے کی رونق' آواز کی کھنک سب لوٹ آئی تھی۔ بے یقینی سے پوچھا تو ماں کا قہقہہ بلند ہو گیا۔

"ہاں میں سمجھ گئی۔۔۔" ذکا کا گال تھپک کر آگے بولیں "کل ہی بلواتی ہوں نادرہ کو؟" ذکا کی خوشی فی الفور کافور ہوئی۔

"نادرہ آنٹی کو کیوں؟" بھنچی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا تو مامی نے چپت رسید کردی۔

"بھئی لڑکی نہیں ڈھونڈنی کیا؟"

"وہ تو میں نے ڈھونڈلی۔" اس نے کہنے میں ایسی عجلت دکھائی جیسے آج نہیں تو پھر شاید کبھی نہیں۔

"ڈھونڈلی۔" اب کے پھنسی ہوئی آواز مامی کی برآمد ہوئی۔ دیر تک صدمے سے ساکت رہیں۔

"جی" سر جھکا کر اعتراف جرم کیا گیا۔

"کون ہے؟" وہ جان دار ممتا بھری خوشبو لٹاتا لہجہ کرخت ہو گیا تھا۔

"وہ۔۔" مامی سانس روکے ہوئے تھیں۔ نام بتاتے ہوئے ذکا پر لرزہ ساطاری ہونے لگا۔

☆ ☆ ☆

طوفان کبھی پوچھ کر نہیں آیا کرتے۔۔۔

پورے دھیان سے "ٹائی ٹینک" فلم میں کھوئی نانی اور اسوہ کے بھی وہم وگمان میں نہیں تھا کہ طوفان آیا چاہتا ہے۔

"یہ کوئی ہیروئن ہے؟" اسوہ کا ارتکاز نانی کی اس بے زاری نے توڑا۔ اسوہ نے ہونٹ لٹکا لیے تھے۔

نانی چپ کرکے کوئی فلم پوری دیکھ لیں۔ امید بیکار تھی۔

"قسم سے میں نے نہیں بنائی" اسوہ رو دینے کو آگئی۔

نانی جز بز سی دوبارہ خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں۔

"اماں لگ رہی ہے اس معصوم کی۔" اسوہ کی بے چارگی دوچند ہوگئی۔

نانی کی زبان سے ہیروئن کو فلم ختم ہونے تک پٹنا تھا۔ یہ تو طے تھا۔

"ہماری انجمن کا کیا قصور تھا اگر وہ موٹی ہو کر ہیروئن آرہی تھی!!"

نانی انجمن کے جوان دور کے حسن کی پرستار تھیں۔ اب لگے ہاتھوں انجمن کی خوبیاں بیان ہونی تھیں۔ اسوہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بیٹھ گئی۔

"حضرات!" نانی کچھ اور کہنا ہی چاہتی تھیں کہ ثوبیہ پھولے سانسوں کے ساتھ بھاگتی آئی۔

"ایک اور آگئی... بقراط۔" اسوہ ناک تک بے زار ہوتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

"حضرات نہیں خواتین... بلکہ گرلز بولو۔" منہ بنا کر وہ چیخی۔

"اوکے... جو بھی۔" ثوبیہ کو جلدی تھی "اس وقت کی تازہ خبر... نادرہ آنٹی آئی بیٹھی ہیں۔"

"ہائیں پھر آگئی؟" اسوہ پر حیرت، جھنجلاہٹ، بے یقینی ایک ساتھ حملہ آور ہوئے۔

"ناک نہیں ہے کم بخت کی۔ پھر آٹپکی۔" نانی کو بھی یہ تازہ خبر بدمزہ کرگئی۔

"ہاں... اور آج وہ مما کے کمرے میں بیٹھی ہیں۔" ثوبیہ خبرنامہ نشر کر رہی تھی۔ جوش اور ولولے کے ساتھ۔

"یعنی حفاظتی بند... وہ بھی ہم سے بچنے کے لیے" اسوہ کو غصہ بھی آگیا۔

"اور میں نے خود دیکھا ہے۔" ثوبیہ نے عینک کے پیچھے سے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلا کر سنسنی پھیلائی۔

"وہ لڑکیوں کی تصویریں مما کو دکھا رہی ہیں۔"

"میرے لیے؟" اسوہ کی پریشانی بے ساختہ تھی۔

نانی بھی حق دق سی ہو بیٹھی تھیں۔

"ڈفر... بھائی کے لیے۔" بتا کر ثوبیہ جن قدموں پر آئی تھی۔ ان ہی قدموں پر واپس لوٹ گئی۔

اسوہ اور نانی نے بس ایک پل کے لیے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں۔ اگلے پل دونوں ثوبیہ کی طرح مامی کے بیڈ روم کے بند دروازے سے چپکی کھڑی تھیں۔

"یہ والی ڈاکٹر... یہ جو کترینہ کیف جیسی لگ رہی ہے... بہت امیر باپ کی بیٹی ہے۔ سچی کہہ رہی ہوں، جہیز میں بنگلے گاڑیاں..."

"بس ٹھیک ہے... پھر یہیں بات چلا کر دیکھو۔ میرا ذکا بھی کم نہیں۔ سلمان خان سے آگے ہی ہے۔"

مامی اور نادرہ کے مکالمے سننے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی۔ چند لمحوں کے بعد کسی دھماکے کی طرح دروازہ کھلا۔ نانی، ثوبیہ، اسوہ یہاں وہاں لڑکھڑا گئیں۔ ناگہانی آفت کی طرح نادرہ کمرے سے باہر نازل ہوئی۔ گردن اکڑا اکڑا کر تینوں کو دیکھتی، اونچی ہیل کی ٹک ٹک بجاتی ان کے آگے سے گزر گئی۔

☼ ☼ ☼

جلے پیر کی بلی بنی وہ پورے کمرے میں چکرا رہی تھی۔ نہ جانے کون سی پریشانی تھی جو نانی کے بارہا پوچھنے پر انہیں بھی نہیں بتا پا رہی تھی۔ اس کی ہلدی ہوئی رنگت اور خالی ویران ہوئی آنکھیں نانی کو اتنا ہولا گئیں کہ معمول کے ورد بھی ان سے پڑھے نہ گئے۔

"ائے بچی کیا آفت آگئی؟ تمہیں دیکھ کر مجھے چکر آنے لگے ہیں۔" کچھ زچ سی ہو کر نانی نے ماتھا پکڑ لیا۔

"نانی! بات نہ کریں۔" ہنوز ٹہلتے ہوئے وہ رونکھی آواز میں بولی تو نانی ناچار چپ ہوگئیں۔ لیکن دل ابھی بھی اسوہ کے زرد چہرے پر اٹکا ہوا تھا۔

کافی دیر کے بعد تھک ہار کر وہ خود نانی کے سامنے آبیٹھی۔ نانی کو اسے دیکھ کر یوں لگا جیسے برسوں کی تھکن سے بے حال ستانے کی آس لے کر ان کے پاس آئی ہو۔

"نانی!" بولی تو آواز کی رنجیدگی نانی کو تڑپا گئی۔
"بول میری چاند!"
"نانی... ! آ... آپ..." اسوہ کی۔ آنکھوں میں نمی ہلکورے لے رہی تھی۔ نانی کا دل سکڑ گیا۔
"آپ میری ماں ہیں نا!!!!" گلوگیر لہجے میں وہ نہ جانے کیوں اتنی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔
"ہاں... پوچھنے کی بات ہے؟" نانی بھی بہت پیچھے ماضی کے کسی گم گشتہ منظر میں کھو کر اداس ہو گئی تھیں۔ "پیدا نہیں کیا' پالا تو ہے تجھے۔"
"پھر جان لیں نا..." اسوہ نے نانی کے دونوں ہاتھ تھام کر کسی قدر منت سے کہا۔
نانی دم بخود سی اس کی حالت دیکھنے لگیں۔ وہ یوں رو رہی تھی جیسے زندگی کا سب سے بڑا نقصان آج ہونے جا رہا ہو۔ "پلیز... پلیز" نم لہجے میں آس و امید کا جہاں آباد تھا۔
نانی تا دیر اسے حیرت سے دیکھتی رہیں۔ پھر بے ساختہ گلے سے بھینچ لیا۔ اسوہ کی سسکیوں کا ساتھ نانی کے آنسو دے رہے تھے۔
"نامی! مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہیں؟" نانی کے نرم گرم وجود میں چھپی وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔
"نفرت تو نہیں کرتی۔" نانی بے حد محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔
"میں اتنی بھی بری نہیں ہوں۔"
"تم بالکل بھی بری نہیں ہو۔" نانی نے اس کے سر پر ہونٹ رکھ دیے تھے۔

☼ ☼ ☼

رات کا دوسرا پہر تھا۔ نانی اپنے بستر پر گہری نیند میں تھیں جبکہ وہ اپنے بیڈ پر کمبل میں دبکی موبائل کان سے لگائے زخمی شیرنی بنی ہوئی تھی۔
"میرا بس نہیں چل رہا میں تمہارا خون پی جاؤں اور تم ملنے کی بات کر رہے ہو۔" غصے کی شدت سے بولا نہیں جا رہا تھا۔
"بس بہت بن چکی میں پاگل... اب ختم۔" اس کی غراہٹ میں حتمی پن تھا۔ دوسری طرف سے جانے کیا کہا گیا کہ شکل پہ غصے کے بادل چھٹ کے خود ترسی کھنڈ گئی۔
"اب کیا ہوگا؟" اس بار وہ رونکھی ہوئی تھی۔
"نہیں ملنے آ سکتی... سمجھ کیوں نہیں رہے ہو؟" خود ترسی بھی فوراً" چھٹ گئی۔ اب جھنجلاہٹ حاوی تھی۔
پھر قدرے تحمل سے توقف کیا... دوسری طرف کی بات سنی اور ہارے ہوئے لہجے میں بولی۔
"مامی کچا چبا جائیں گی۔" تلملائی۔
"اتنا آسان نہیں ہے۔ مامی مامی کم آسیب زیادہ ہیں۔" طنزیہ کہتے ہوئے مامی کے آسیب ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔
"ابھی کچن میں' پھر ٹیرس پر' اگلے پل لاؤنج میں... میں کیسے باہر نکلوں گی ان سے نظر بچا کر۔"
"ہاں... دل تو میرا بھی کرتا ہے ملنے کو" معصوم سے بچے کی طرح ہونٹ لٹک گئے تھے۔
"ٹھیک ہے۔ وعدہ نہیں کوشش۔" لمبی سی سانس کھینچ کر وہ ہار گئی۔ دل جو دل کے سردار کے تابع تھا۔

☼ ☼ ☼

کچن میں کاؤنٹر سے سامان سمیٹتی مامی کے چہرے پر خلاف معمول پھول کھلے ہوئے تھے۔ اسوہ دیکھتی تو ضرور کرنٹ کھاتی' مگر ابھی اسوہ تو نہیں ثوبیہ ضرور کچن میں آ گئی۔ مامی کے گلنار چہرے پر دھیان دیے بغیر وہ حسب عادت جس کام کے لیے آئی تھی اسی کو کرنے لگی۔ یعنی فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالی اور گلاس میں ڈال کر گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔
"فیضان آ رہا ہے۔" مصروفیت جاری رکھتے ہوئے مامی نے جیسے بم پھوڑنا چاہا' مگر ثوبیہ نے توجہ ہی نہیں دی۔
"فیضان کو سبزیاں بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔" ثوبیہ کی خاموشی اور بے نیازی محسوس کیے بغیر خوشی

خوشی بتاتی گئیں۔

"میٹ میں فش، چکن شوق سے کھاتا ہے۔۔ دیسی کھانے۔۔ اسپیشلی اپنے پاکستان کے روایتی ذائقوں کا عاشق ہے۔"

"آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟" ثوبیہ کی حیرت پہ مامی کو حیرت ہوئی۔

زبان نے زبردست غوطہ کھایا' سارے باقی کے بر آمد ہونے والے جملے واپس اندر ڈوب گئے تھے' حیرت کے بعد غصے کی باری آئی۔

"تو کیا اسوہ کو بتاؤں؟" بھنا کر کہتی وہ کچن سے باہر چلی گئیں۔ ثوبیہ اکیلے الجھتی رہی۔

"مدحت خالہ فیضان بھیج رہی ہیں یا شیطان؟ مما نے زندگی تنگ کردی ہے فیضان فیضان کرکے۔" منہ پھلا کر بڑبڑانے کا سوا اور کچھ نہیں سوجھا تھا فی الوقت۔

☼ ☼ ☼

"بھلے دنیا کی ساری لڑکیاں ختم ہوجائیں سوائے اسوہ کے۔۔۔ میں پھر بھی اس کو بہو نہیں بناؤں گی۔"

ماموں بہت بے بس بیٹھے تھے' جانتے تھے مامی کی باتیں عموماً "پتھر پر لکیر" ہوتی تھیں۔ پھر بھی۔۔۔

"قصور کیا ہے اس کا۔۔۔ یتیم بچی ہے۔۔۔ ثواب کماؤ گی۔"

"میں نے یتیموں کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔" مامی کچھ زیادہ بھڑکیں۔ "ویسے بھی میرا ایک ہی بیٹا ہے' میرے دل میں لاکھوں ارمان ہیں اس کی شادی کے۔"

"بیٹی بھی ایک ہے۔" ماموں کہنا نہیں چاہتے تھے۔۔۔ مگر کہہ دینا ضروری لگا۔ "اس کی شادی کے ارمان نہیں ہیں؟"

بہت چبھتا ہوا سوال تھا۔ مامی کو صحیح معنوں میں چبھا۔

"جس کے لیے اپنے بھی راضی نہیں۔" ماموں نظریں کو چرا کر دھیمے سے بولے۔

"جلال!" مامی حسب توقع ہتھے سے اکھڑ کر دھاڑیں۔

ٹھنڈی آہ خارج کرنے کے ساتھ ماموں کھڑے ہوگئے۔ جانتے تھے اب انجام کیا ہونے والا تھا؟ مامی کھا جانے کے چکروں میں تھیں۔ کھا تو نہیں سکتی تھیں مگر جو دفعہ لگاتی تھیں۔ ماموں خود اس کے نازل ہونے سے پہلے تکیہ' چادر بغل میں دبائے کمرے سے باہر آگئے۔

لاؤنج کے صوفے پر آنکھیں بازوؤں سے ڈھانپے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ نانی نے پکارا۔

"جلال!" ماموں نے جھٹکے سے بازو ہٹایا۔

نانی شدید حیرت کا شکار ہوئے سر پہ کھڑی تھیں۔ ماموں اچھل کر بیٹھ گئے۔ ماں سے بے تحاشا شرم محسوس ہوئی۔

"بیٹھیے اماں!" ایک طرف کھسک کر ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔ نانی چپ چاپ بیٹھ گئیں۔

یہی چپ اگلے کئی لمحوں پر محیط رہی۔ ماموں کے چہرے پر خجالت تو نانی کے چہرے پر دکھ بھری سنجیدگی پھیلی تھی۔

"کہیے اماں۔۔۔! جو کہنے آئی ہیں۔" آہ کھینچ کر ماموں نے خاموشی کی چادر میں شگاف ڈالا۔

"اسوہ کے بارے میں بات کرنی تھی۔" نانی بھی ٹھنڈی آہ کھینچ کر صرف اتنا کہہ پائیں۔

"کوشش جاری ہے اماں!" قدرے توقف کے بعد ماموں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ مصنوعی تسلی دی۔

"ثبوت دیکھ رہی ہوں۔" ماموں کے تکیے اور چادر کو گھورنے کے بعد نانی نے جیسے تمسخر اڑایا۔

"یہ تو ہوتا رہتا ہے۔" ماموں کھسیانی ہنسی ہنسے تھے۔

"ماں کے دودھ کی تو خیر ہے۔۔۔" نانی تیوری چڑھائے کھڑی ہوگئی تھیں۔

"پر اپنے نام کی ہی لاج رکھ لیا کرو۔ جلال الدین اکبر۔"

ماموں بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔

☆ ☆ ☆

فائیو اسٹار ہوٹل کے ہال کی ایک الگ تھلگ میز بک کیے ذکا کی تیاری آج دیکھنے لائق تھی۔ نیلی جینز پر ہفتہ پہلے خریدی گئی نئی نکور ہلکے کاسنی رنگ کی شرٹ پہنے وہ ٹیبل پہ انگلیاں بجانے میں مگن تھا۔
منتظر نگاہیں کبھی کلائی پر بندھی گھڑی تو کبھی داخلی دروازے پر پڑ رہی تھیں۔ چہرے پر کسی کے دیدار کی خوشی کے سارے رنگ رقصاں تھے۔ ہونٹ کبھی سیٹی بجانے لگتے تو کبھی اضطرابی کیفیت میں سیٹی بجانا بھول کر بس سکڑے ہی رہتے۔
دیے گئے وقت سے پندرہ بیس منٹ اوپر ہو گئے تھے۔ کوئی اتنی پریشانی والی بات نہیں تھی۔ دیر سویر ہونا لازمی امر تھا خصوصاً "جب پہلی ملاقات ہو۔ پھر بھی دل... مچلے جا رہا تھا۔ بے چین سا ہو کر موبائل پہ ایک نمبر ڈائل کیا تھا کہ برقع پوش ایک خاتون عین اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔
ذکا موبائل بھول بھال اسے تعجب سے دیکھے گیا۔ پوچھنے ہی لگا تھا کہ کون ہو بی بی جب... بی بی نے خود نقاب الٹ دیا۔ اسوہ تھی... جسے دیکھتے ہی خوشی کے سارے رنگ پھر سے اڑے تھے۔ ذکا کا موڈ بہت بری طرح سے آف ہوا تھا۔
"یہ کیا پہن آئی ہو؟" بے انتہا خفگی سے برقع کی جانب اشارہ کیا۔ تب تک اسوہ بیٹھ چکی تھی۔
"جان ہتھیلی پر رکھ کر آئی ہوں۔" گمبھیر لہجے اور مخمور نگاہوں سے متاثر نہ ہوتے ہوئے وہ چمک کر بولی۔
"نہ میرے پاس سلیمانی ٹوپی تھی نہ جادوئی چھڑی... مجبوراً" برقع میں آنا پڑا۔"
"اچھا لیو اٹ" ذکا کو اس کے اس دلیرانہ لیکچر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تب ہی موضوع بدلنا چاہا۔
"کچھ میٹھا میٹھا بولو نا..." اسوہ ہونٹ بھینچے۔ تند سی شکل بنائے اسے گھورتی رہی۔

"پہلے گھر میں بات نہ سہی... دیکھ تو لیتے تھے ایک دوسرے کو۔ جب سے مما کے سامنے تمہارا نام لیا ہے۔ تمہیں دیکھنے سے بھی رہ گیا ہوں۔ مما ہر لمحے آس پاس ہوتی ہیں۔" یہ بڑا بھاری غم تھا ذکا کے لیے۔
جس کا مداوا فی الحال اسوہ کے بس میں نہیں تھا۔ تب ہی چپ بیٹھی میز کی سطح کو گھورتی رہی۔ پھر اچانک برقع کی جیب سے موبائل نکال کر ذکا کے سامنے رکھ دیا۔
"اب تم کترینہ کیف کے ہونے جا رہے ہو..."
اسوہ یکدم رنجیدہ ہو گئی تھی۔ "مجھ سے اپنی چیزیں واپس لے لو... یہ موبائل اور... اور اپنی لولی لنگڑی محبت بھی۔"
"دماغ خراب ہے تمہارا؟" ساکت بیٹھے ذکا کا پارہ آخری درجے تک جا پہنچا۔
"پہلے تھا۔ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔" وہ بھی تڑخی۔
"رکھو اسے... سنبھال کر۔ میری محبت کی سیڑھی ہے یہ۔ اسی کے سہارے تو میری محبت چل رہی ہے۔" ذکا نے زبردستی اس کی مٹھی کھول کر موبائل پکڑایا۔
"میں سیریس ہوں۔" اسوہ تھکی تھکی آواز میں آخری کوشش کے طور پر بولی۔
"مامی آج نادرہ کے ساتھ تمہاری کترینہ کیف دیکھنے گئی ہیں۔" بتاتے ہوئے حلق میں گولے پھنس گئے۔ ذکا بغور اسے دیکھتا رہا۔ "تب ہی تو یہاں آسکی ہوں۔" اس کے چہرے پر اداس مسکراہٹ پھیلی۔
"اور دادی؟"
"ان کو تو میں نے سچ سچ بتا دیا۔" اسوہ نے سکون واطمینان سے کہا۔ اور ذکا کا اطمینان رخصت کر دیا۔
"کیا؟"
"یہ کہ میں تم سے ملنے جا رہی ہوں۔"
"او گاڈ۔" ذکا کو توقع نہیں تھی وہ اتنی آسانی سے اپنی اور اس کی محبت کا پول کھول دے گی۔
"اب میں ان کا سامنا کیسے کروں گا؟"
"یہ برقع پہن کر۔" ذکا کی پریشانی پر وہ چڑ سی گئی۔

"اللہ تمھیں لڑکی بنا رہے تھے... پھر پتا نہیں کیوں لڑکا بنا دیا۔" خوامخواہ ذکا پہ تاؤ آنے لگا۔ جو بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"تمھارے ساتھ جوڑی جو بنانی تھی۔" وہ لگاوٹ سے ... اور اسوہ صاحبہ تپ گئیں۔

"... ٹ اپ"

"اتنی پیاری نہیں ہو... جتنی اچھی لگتی ہو۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ اسوہ پہلے گھور کر دیکھتی رہی۔ پھر بہت دلفریب سے انداز میں مسکرا دی۔ جیسی بھی تھی... یہ ملاقات اچھی لگ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"فیضان کے لیے میں نے ذکا کے ساتھ والا کمرہ سیٹ کروا دیا ہے۔" بڑے جوش اور مسرت سے مامی نے ایسے بتایا جیسے کارنامہ سرانجام دے دیا ہو۔

کتاب میں منہ دیے ماموں اچھے خاصے بے زار ہوئے۔

"خوش تو ایسے ہو رہی ہیں جیسے پتا نہیں شہزادہ آرہا ہے کوئی۔" سر اٹھائے بغیر... عرق ریزی سے کتاب کے ورق پر نظر جمائے ماموں باآواز بلند بڑبڑائے تو مامی کو پتنگے سے لگ گئے۔ مگر فیضان کی آمد کی خوشی شاید زیادہ تھی کہ پی گئیں۔

"خوش تو ہوں۔ بات ہی خوشی کی ہے۔" ہنوز مسکرا مسکرا بات جاری رکھی۔ پھر تھوڑا کھسک کر ماموں کے قریب ہوئیں۔

"فیضان شادی کی غرض سے آرہا تھا۔ مدحت کہہ رہی تھی کوشش کرو اسے ثوبیہ پسند آجائے۔" اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ انتہائی رازداری برت کر خوشی کی وجہ بھی بتا دی۔

"بغیر کوشش سے کروایا جاسکتا تو میری کوشش کامیاب ہو چکی ہوتی۔" ماموں بدبدائے تھے۔

"من من کیوں کر رہے ہیں... زور سے بولیں۔" مامی برا مان گئیں۔

ماموں پہلے بے تاثر آنکھوں سے انہیں دیکھتے رہے۔ پھر کتاب بند کر کے سیدھے ہو بیٹھے۔

"فیضان کوئی بچہ تھوڑی ہے۔ جسے دو آپشنز میں سے مرضی کا آپشن پسند کرنے پر مجبور کیا جائے۔" ماموں نے گلا کھنکارنے کے بعد جو کہا وہ مامی کے سر پر سے گزر گیا۔

"دو آپشنز۔" ان کے تیور خود بخود تیکھے ہو گئے۔

"ہاں ثوبیہ... اور۔" پھر بے نیازی سے کہا۔ "اسوہ" یہ کہتے ہوئے نظریں چرانی پڑیں۔

مامی کی کرختگی لوٹ آئی۔ کھا جانے والے تاثرات کے ساتھ جتنی دیر ممکن ہوا ماموں کو دیکھ کر سمجھایا۔

"ہمیشہ اپنی شکل جیسی بات کریے گا۔" پھر لفظ چبا چبا کر ادا کیے "باسی سڑی ہوئی۔" لحاف جھٹک جھٹک کر شکنیں دور کیں۔ اور رخ پھیر کر لیٹ گئیں۔

"آپ کی بھانجی سے کوئی دل گردے والا شادی کرے گا۔ میرے بھانجے اور بیٹے کی ہمت نہیں اسے برداشت کرنے کی۔"

غصہ اتنا شدید تھا سوتے وقت تک بڑبڑاتی رہیں ماموں کہہ کر پچھتائے کی تفسیر بن بیٹھے۔

☼ ☼ ☼

آج نادرہ پھر سے جلوہ افروز تھی اس کے توسط سے مامی کا ٹکراؤ امیر ترین فیملی سے ہوا تھا۔ اپنا انعام وصول کرنے وہ پورے اعتماد کے ساتھ آسکتی تھی۔ سو آئی بیٹھی تھی۔

نانی کی ناپسندیدگی اور ثوبیہ ذکا کی بے زاری محسوس کرنے کے باوجود بھی وہ زور و شور سے بھرے کرنے اور قہقہہ لگانے میں مگن تھی۔ نانی کا ارادہ آج اس کے متھے لگنے کا نہیں تھا مگر پھر یہ سوچ کر کہ پوتے کی بات طے ہونے کا معاملہ ہے، بھلے بہو نہیں پوچھ رہی۔ پر وہ خود تو خاموش تماشائی نہیں بن سکتی تھیں۔

اسوہ البتہ جان بوجھ کر کمرے میں بند رہی۔ ذکا کے اس مال دار لڑکی سے رشتے کا سن کر ہی دماغ پھٹنے لگتا تھا۔

"بہت امیر کبیر فیملی ہے' لڑکی کا باپ مل اونر ہے' فیکٹریوں کے علاوہ پیٹرول پمپ' پلازے الگ ہیں ان کے۔"

مامی کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ذکا نے بے ساختہ ہونٹ بھینچے' مامی جو سلوک اس کے ساتھ شادی کے معاملے میں روا رکھ رہی تھیں' ایسا تو کسی لڑکی کے ساتھ بھی نہیں رکھا جاتا ہوگا۔

"بڑی بیٹی کی شادی کے وقت مثالی جہیز دیا تھا۔ دنیا آج تک یاد کرتی ہے۔"

مامی یہ سب دونوں بچوں اور نانی کو بتا رہی تھیں۔ مگر سن کوئی بھی نہیں رہا تھا۔ نانی کے چتون بنے ہوئے تھے۔ ثوبیہ بالکل بے تاثر بیٹھی تھی اور ذکا اگلے چند منٹوں میں یہاں سے اٹھنے کی کر رہا تھا۔

"میرے ذکا کی تو قسمت کھل گئی۔" جس وقت مامی نے یہ بات کہی۔ اسوہ نے اسی وقت لاؤنج میں قدم رکھا۔ چہرہ مرجھایا ہوا اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ ذکا اٹھتے اٹھتے بیٹھ گیا۔

"ذکا کی قسمت پہلے کی کھلی ہوئی ہے۔" نانی کو مامی کا یوں متاثر ہو جانا بہت برا لگا۔

"اماں جی آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ شہر کی معتبر ترین فیملیز میں سے ایک ہے۔"

مامی نے واقعی کچھ دیکھا تھا تو قصیدے پڑھ رہی تھیں' ورنہ تو اور کسی ان مٹ علامتی نشان کی طرح ہمہ وقت ثبت رہنے والے ان کے ماتھے کے بل بھی آج کل غائب رہنے لگے تھے۔

اسوہ سست قدموں سے قریب آرہی تھی۔ ذکا کو اس کے تاثرات سے کچھ غلط ہونے کا گمان ہوا۔

"جو اس نوٹنکی نادرہ کے ہتھے چڑھ جائے۔ وہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے۔" نانی نے بھی قسم کھا رکھی تھی' نادرہ کی کسی بات پر اعتبار نہ کرنے کی۔

"اور نزہت باجی یہ بھی تو بتائیں نا لڑکی بالکل کترینہ کیف جیسی ہے۔" کنوؤں سے انصاف کرتی نادرہ نے ایک اور وجہ رشتہ بتائی۔

ذکا یک ٹک اسوہ کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر اشتعال اور کرختگی تھی۔ عزائم خطرناک لگ رہے تھے۔

"ایمان سے۔ بہت خوب صورت ہے' بہت مہذب اور سلیقے والی' ناپ تول کر بولتی ہے' تمیز سے اٹھنا بیٹھنا۔" مامی اسوہ کو قطعی نظر انداز کیے ہوئے تھیں' جو ان کے سامنے سے گزر گئی تھی۔

"ہیرا ہے ہیرا۔"

آخری لفظ مامی کے منہ میں تھا' جب اسوہ نے اسٹینڈ پر دھرے ایک قیمتی شوپیس کو جان بوجھ کر ہاتھ مارتے ہوئے گرا دیا۔ ڈیکوریشن پیس گر کر چور چور ہو گیا۔ مامی کی پتلیاں ساکت ہو گئی تھیں' اسوہ تیزی سے کچن میں جا گھسی۔

"میرا... میرا..." مامی کا سکتہ ٹوٹا تو بھینچی بھینچی آواز میں کہنا چاہا۔ "جہیز کا شوپیس۔" ثوبیہ' مامی کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ سہلانے لگی۔

"اوہو نزہت باجی۔ جانے دیں۔ اس سے زیادہ قیمتی سامان آپ کے گھر میں آنے والا ہے' بس ذکا کی...."

نادرہ کی بات پوری ہونے سے رہ گئی۔ مامی شوپیس کے غم میں بے ہوش ہو گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اسی رات اسوہ اسٹور میں موبائل پر ذکا کے لتے لے رہی تھی۔

"گیم نہیں ہے تو اور کیا ہے یہ؟" اس کا غصہ سوا نیزے پر تھا۔

"محبت میں گیم کہاں سے آگئی؟" ذکا واقعی اس کی بات نہیں سمجھ پایا۔

"بس کرو محبت کی گردان۔" دبی آواز میں کہتے ہوئے اس نے دانت پیس ڈالے۔

"محبت محبت کر کے تم نے مجھے یہ دن دکھایا ہے۔" خوامخواہ آنسو گلے میں اٹک گئے۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

"اسوہ پلیز یار! ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ۔" ذکا لجاجت سے

بولا۔

"بات یہ ہے کہ تم ڈبل گیم کھیل رہے ہو۔" مگر اسوہ پر یہ لجاجت اثر انداز نہ ہو سکی۔

درحقیقت اس کی امید کے دیے بجھتے چلے جا رہے تھے۔

"ڈبل گیم۔" ذکا نافہم انداز میں بڑبڑایا۔

"دونوں طرف سے سب اچھا ہے کے پرومو چلا رہے ہو۔ ادھر سے اپنی اماں کی جی حضوری کر کے ان کے بھی پپو بنے ہوئے ہو....."

"پپو؟"

"اور ادھر مجھے بھی گھاس ڈالتے تھک نہیں رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔" ذکا بے ساختہ غصے میں آکر چیخا۔

"ان فیکٹ دونوں طرف سے مطلب نکال رہے ہو۔" وہ تنفر سے بولی تھی۔

"میرے سامنے نہیں ہو' ورنہ دو کس کے لگاتا۔" وہ شدید خفگی سے بولا۔

"تم کیا لگاتے..... میں لگاتی۔" وہ ڈرنے' دبنے والی کہاں تھی۔

"واٹ؟"

"کترینہ کیف مل رہی ہے تمہیں۔" پھر اپنی بے بسی' کم مائیگی کا احساس ہوا تو آواز رونکھی ہو گئی۔

"ہونٹ سی کر بیٹھے رہتے ہو۔"

"میری چپ حالات کا تقاضا ہے۔" ذکا سمجھانا چاہ رہا تھا' مگر وہ بپھر گئی۔

"حالات کا تقاضا نہیں' تمہاری بزدلی اور من کی خواہش ہے۔"

"تم واقعی مار کھاؤ گی۔" دوسری طرف ذکا نے دانت بھینچے۔

"سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔ تمہارے دل میں پھوٹتے لڈو شکل سے نظر آرہے ہوتے ہیں۔" ذکا نے بے ساختہ بال نوچے تھے۔

"اور پھر....." وہ دوبارہ رونکھی ہوئی۔ "گھر آئی لکشمی کو کون لات مارتا ہے؟"

"تم پاگل ہو گئی ہو۔" ذکا تاسف سے بولا۔

"واقعی پاگل ہوں۔" اس کی افسردگی میں بھی طنز غالب ہوا۔ "تمہاری محبت کی آس میں اچھے اچھے رشتے ٹھکرا دیے۔"

"تو میں بھی ایسا ہی کروں گا۔"

"کروں گا؟" وہ بھنائی۔ تبھی اسٹور میں کھٹکا سا ہوا۔

"بند کرتی ہوں۔" اسوہ نے عجلت میں موبائل بند کر کے سرہانے کیا۔ اسٹور میں داخل ہونے والے کا سایہ بھی بمشکل نظر آرہا تھا۔ اسوہ دم سادھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی جانب متوجہ رہی۔

سایہ حسب عادت یہاں وہاں ہاتھ مار رہا تھا۔ اسوہ نے کچھ سوچا اور دبے پاؤں بستروں سے نیچے اتر آئی۔ ایک چادر کھینچتی سائے کے قریب گئی اور اگلے ہی پل بنا وقت ضائع کیے چادر سائے کے اوپر ڈال کر خود اس کے اوپر بیٹھ گئی۔

"پکڑ لیا..... پکڑ لیا..... میں نے پکڑ لیا۔" پھر جو حلق پھاڑ کر چلائی تو گھر بھر اسٹور میں اکٹھا ہو گیا۔ آنکھیں ملتے ماموں' تسبیح گھماتی نانی' کتاب سمیت ثوبیہ اور کسی نئے خطرے کی بو سونگھتا ذکا۔

"پکڑ لیا۔" سب کی طرف دیکھ کر فرط جوش سے باچھیں پھیلائیں۔ "چور پکڑ لیا۔" تب تک سایہ اسے دور دھکیل کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"ما..... می!" بے ساختہ برآمد ہوئی چیخ کا گلا ہاتھ ہونٹوں پر رکھ کر گھونٹا۔ آنکھیں ابلنے کو تھیں' مامی پھنکار رہی تھیں۔

"ہاہاہا..... کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔" ماموں نے ہی صورت حال قابو کرنے کی لاحاصل سعی کی۔

"چھوڑوں گی نہیں۔" مامی اس کی جانب لپکیں تو وہ چیخ مارتے ہوئے ماموں کے پیچھے ہوئی۔

"گھٹنے چھل گئے' جوڑے ہل گئے' پتا نہیں کس دشمنی کا بدلہ نکال رہی تھی۔" مامی کے چہرے سے بھی تکلیف نمایاں تھی۔ ذکا اور نانی نے تاسف سے اسے دیکھا' ثوبیہ جا چکی تھی۔

"اور یہ کر کیا رہی تھی یہاں؟" کچھ یاد آنے پر انہوں نے پھر سے اس پر جھپٹنا چاہا۔

"باہر... باہر... تم بھی باہر چل کر بتانا کہ آدھی رات کو تم یہاں کیا کرنے آئی تھیں۔"

ماموں' مامی کو بازو سے پکڑ کر باہر لے گئے۔ اسوہ سر جھکاتی نانی اور ذکا سے بھی پہلے بھاگی۔

نانی مایوس سی سرہلائے جا رہی تھیں۔ اسے مامی کے سامنے اچھا' تمیز والی' مہذب بننے کے دیے گئے ان کے سارے درس ضائع گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

فیضان کی آمد اسی ہفتے متوقع تھی۔ مامی نے ہفتے کے پہلے دن سے "ہفتہ صفائی" منانا شروع کردیا۔ کیا نوکر چاکر اور کیا گھر کے افراد... سبھی کے ہاتھ میں جھاڑو تھمادی گئی۔ گھر شیشے کی طرح چمک گیا۔ فرنیچر کی ترتیب بدل گئی۔

لاؤنج اور ڈرائنگ روم کے صوفے نئے آگئے۔

فیضان صاحب نہیں آئے۔ پتا چلا وہاں کوئی مسئلہ ہوگیا' تو... تو اگلے ہفتے آئیں گے۔ اگلے ہفتے بھی صفائی ستھرائی جاری رہی۔ حقیقتاً" مامی نے کسی کو نہیں بخشا' ایک سوائے نانی کے۔

لاؤنج' ڈرائنگ روم' پردے' قیمتی ڈیکوریشن پیس گھر کی حالت بدل گئی۔ ساتھ ہی گھر کے افراد کا بھرکس نکل گیا۔

اس شام بھی ذکا تھکا ہارا صوفے پر لیٹا ہوا تھا' مامی ناقدانہ پورے لاؤنج کا جائزہ لینے میں لگی تھیں اور اسوہ نئے خریدے گئے کرسٹل کے کینڈل اسٹینڈ کو چمکاتی ذکا کے صوفے کے پاس کھڑی تھی۔ جب گرد میں اٹی نڈھال ہوئی ثوبیہ' مامی کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"بس مما! سب صاف ہوگیا؟" وہ منہ بسور کر پوچھنے لگی تو مامی پیار سے اسے دیکھنے لگیں۔

"سب کہاں؟" مامی نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے لیا۔ "یہ چہرہ صاف ہونا باقی ہے۔ اس کی جھاڑ پونچھ کرو... ہری اپ۔" ثوبیہ ہنوز منہ بسورے کھڑی رہی۔

"اور ان عدسوں کو بھی ریٹائر کرو' کانٹیکٹ لینس خریدو آج ہی آج۔"

"کیوں مما!" ثوبیہ نے مامی کے ہاتھ سے چشمہ لے کر دوبارہ ناک پر ٹکایا۔

"فیضان صاحب مجھے عینک میں دیکھ کر ڈر جائیں گے کیا؟" مامی صرف مسکراتی رہیں۔

"اور یہ اتنی لمبی صفائی کس خوشی میں؟ فیضان محکمہ صفائی میں ہیں کیا؟"

"فیضان تو آرہا ہے... لیکن یہ صفائی اور سٹنگ میں نے کسی اور وجہ سے کرائی ہے۔"

"وہ کیا؟" ثوبیہ نے سرسری پوچھا' جبکہ ذکا اور اسوہ چونک گئے۔

ذکا اٹھ بیٹھا تھا اور اسوہ کے کینڈل اسٹینڈ چمکاتے ہاتھ سست پڑ گئے۔ یعنی مہمان خصوصی کے اعزاز میں یہ سب نہیں تو کس کے اعزاز میں۔

"ذکا کے سسرال والوں نے آنا ہے۔" کہہ کر مامی کہیں اور متوجہ ہوگئیں۔

دیکھا ہی نہیں کہ اسوہ کے ہاتھ سے کینڈل اسٹینڈ چھوٹ گیا تھا۔ جسے ذکا نے کمال پھرتی سے جھک کر کیچ کرلیا' ورنہ اس کی شہادت اور ساتھ اسوہ کی بھی لازمی تھی۔

بنا ذکا کی نظروں میں جھانکے اسوہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

☼ ☼ ☼

بالوں میں برش پھیرنے کے بعد گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ جونہی پلٹا' ہاتھ میں استری شدہ شرٹ تھامے کھڑی اسوہ کو دیکھ کر لرز ہی گیا۔ یہ پہلی بار تھا اسوہ خود چل کر اس کے کمرے میں آئی تھی۔ ورنہ مامی کے خوف سے دونوں یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھتے تھے کہ ایک دوسرے کے کمروں میں نہ جائیں۔

"تم؟" ذکا کو خطرے کی بو کہیں قریب محسوس ہوئی۔ "میرے کمرے میں؟" وہ بولا نہیں منمنایا۔

"کیوں... یہاں کرفیو نافذ ہے۔" ذکا کی شرٹ بیڈ پر پھینکتے ہوئے وہ سکون سے بولی۔

"نہیں... مگر... وہ مما... تم آئی کیوں ہو؟"

"آر یا پار کرنے۔" اسوہ کا لہجہ ابھی بھی پرسکون تھا۔

"مطلب۔" ذکا کی گھبراہٹ دگنی ہوگئی۔

"ابھی اور اسی وقت وعدہ کرو آج رات تک مامی کو منالو گے۔ نہیں تو میں اس کمرے سے نہیں جانے والی۔"

"وعدہ۔" پکڑ کر دروازہ کی طرف دھکیلنا چاہا۔

"شادی کی رات نکاح سے پہلے بھاگ جاؤں گا۔"

"یعنی دولہا بنو گے۔" اسوہ نے آگ بگولہ ہوتے ہوئے اس کے ہاتھ جھٹکے۔

"ذکا!" یہ مامی کی آواز تھی کہیں قریب سے آتی ہوئی۔ "فیضان کی فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔" وہ پکارتی آرہی تھیں۔ ادھر ذکا کے پیروں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہوگئی۔

"جا... جا جاتا ہوں مما!" اسوہ کو دبوچ کر ہانک لگائی۔

"بیڈ کے نیچے' بیڈ کے نیچے۔" آثار ایسے ہی تھے جیسے وہ اسے بیڈ کے نیچے گھسا کر دم لے گا۔

"نہیں چھپوں گی۔" وہ ڈھٹائی سے دور ہٹی۔

"مما مار ڈالیں گی۔" وہ زچ ہوگیا۔

"مار ڈالیں۔" وہ مطمئن تھی۔ "ایک اور سسی' ہیر محبت پہ قربان۔" ذکا نے پکڑ کر وارڈروب میں دھکیل دیا۔

"دیکھو یہاں نہیں... میری سانس۔" اسوہ کہتی رہ گئی۔ مگر ذکا نے پٹ بند کردیے اور مامی نے دروازے کے پٹ عین اسی ٹائم کھولے۔ ذکا باقاعدہ ہانپ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور فیضان آگیا۔ ذکا نے ازراہ مذاق پھولوں کی پتیاں پہلے سے منگوا رکھیں۔ پھر جس وقت وہ فیضان کو لیے لاؤنج میں داخل ہوا۔ پھولوں کی پتیوں والی پلیٹیں ماموں اور نانی کے ہاتھ میں تھیں۔ دونوں نے فیضان پر پتیاں نچھاور کیں۔ فیضان جو پہلے ہی جھینپ رہا تھا۔ اس انوکھے طریقے استقبال پر مزید سٹپٹا گیا۔

مامی جب اسے گلے لگا رہی تھیں تب نانی کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر مامی سے نظر بچاتے ہوئے ذکا نے پتیاں اسوہ پر پھینکنا شروع کردیں۔ اتفاقیہ ماموں کی نظر بھی عین اسی وقت ذکا اور پھر اسوہ پر پڑیں۔ انہوں نے شرارت سے مٹھی بھر کر ذکا پر اچھال دیں۔ وہ ممنون نظروں سے باپ کو دیکھنے لگا۔

اسوہ پہلے ہی اس سے خفا تھی' اب مزید خفا ہوگئی۔ فیضان فردا" فردا" سب سے ملا۔ ثوبیہ آج پیارے سے سوٹ میں ملبوس تھی۔ نانی نے بھی نیا سوٹ پہن رکھا تھا۔ فیضان کو اس طرح ہاتھوں ہاتھ لیے جانے کی توقع نہیں تھی۔ سولڑکیوں کی طرح شرما گیا۔

اسی رات اسوہ نے اپنی اور ذکا کی محبت کی ریت توڑی۔ روز رات کو ذکا سے فون پر بات نہ کرلیتی چین سے سوتی نہیں تھی۔ ذکا کا بھی یہی حال تھا۔ مامی سے نظر بچا کر کسی نہ کسی طرح اس نے یہ موبائل اسوہ کے حوالے کیا تھا۔ جو نہ کبھی خراب ہوا نہ بند۔ کیونکہ وہ صرف تب ہی استعمال ہوتا تھا جب رات میں ذکا کی کال آتی تھی۔

مگر اس رات اسوہ نے ذکا کی کال اٹینڈ نہیں کی۔ کوئی دس بار ذکا نے کال ملائی۔ اسوہ نے ہر بار کاٹ دی۔ اینڈ میں موبائل بند کرکے وارڈروب کھول کر کپڑوں کے نیچے پھینک دیا۔

اندازہ تھا ذکا پاگل ہو رہا ہوگا۔ مگر فی الحال یہ کرنے کے علاوہ اسے اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"وہاں پر لائف بہت ٹف ہے' ریسٹ کرنے کا تو تصور ہی نہیں ہے۔"

"اچھا۔" مامی نے یوں حیرت دکھائی جیسے اب تک لاعلم ہوں۔

"جی ہاں... کام' کام اور بس کام۔"

فیضان بہت تمیز اور تہذیب سے بولتا تھا۔ لہجہ نہایت رواں اور شائستگی لیے ہوئے تھا۔ مامی تو نثار تھیں ہی' نانی کو بھی وہ پسند آگیا۔

"بیٹا جی! ہم تو امریکہ کے سحر میں گرفتار ہیں۔" ماموں حسب عادت مزاحیہ انداز میں بولے۔

"انکل جی! دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔" فیضان نے اتنے پیارے انداز میں کہا کہ ماموں کا قہقہہ نکل گیا۔

"واہ... اردو تو آپ کی لاجواب ہے۔" تعریف کیے بنا نہ رہ سکے۔

"اس لیے کہ اماں' ابا نے وہاں ٹائٹ ماحول دے رکھا ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"جب آپ کو شادی پاکستان میں کرنی ہے تو آپ اماں' ابا سمیت اس سوسائٹی کا حصہ کیوں ہو؟" عادت کے مطابق ثوبیہ نے بقراطی سوال پوچھا' تو مامی نے ہی نہیں نانی نے بھی آنکھیں دکھادیں۔ فیضان خود سوچ میں پڑ گیا تھا' کیا جواب دے۔

"لنچ ٹائم ہو رہا ہے... کھانا نہ کھالیں۔" فیضان نہ جانے کیا جواب دیتا' مامی نے جلدی سے بات بدل ڈالی' تو وہ مسکرا کر "شیور" بولتا کھڑا ہو گیا۔

محفل میں بیٹھے اور محفل سے کٹے' وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

ماموں' فیضان' مامی' ثوبیہ' نانی اور بعد میں اسوہ... ذکا نے تیز تیز قدم اٹھا کر اسوہ تک رسائی حاصل کی اور دیوار کی طرح سامنے تن کر کھڑا ہوا۔

"رات تم نے میری کال کیوں نہیں اٹینڈ کی۔" وہ سرگوشی میں سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"کیونکہ یہ کالز مجھے کچھ نہیں دے رہیں... سوائے ڈپریشن کے۔" وہ اس سے بھی زیادہ سنجیدگی و رکھائی سے بولی۔

دو دن پہلے تک وہ جس کے لیے قربان ہونے چلی تھی' آج اس سے منہ موڑے کھڑی تھی۔ ذکا کا دل چاہا کھینچ کر تھپڑ مار دے' لیکن...

"میرا اعتبار نہیں ہے۔" بھاری آواز میں صرف اتنا ہی پوچھ پایا تھا۔ "اب نہیں ہے۔" ذکا کی آنکھوں میں دیکھ کر سفاکی کا ثبوت دیتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

ذکا غصے کی شدت سے اپنے ہی ہاتھ پر مکے برساتا رہا۔

☆ ☆ ☆

اور وہ جو مطمئن تھے' پرسکون تھے' اب ایک دم سے بے قرار و بے چین ہو گئے۔ لمبی لمبی فون کالز میں نہ تو قسمیں کھائی گئی تھیں' نہ کبھی عہد و پیمان بندھے تھے۔ بس ایک یقین تھا جس نے دونوں کے دلوں کو جوڑ رکھا تھا اور اب وہی یقین تحلیل ہو رہا تھا' دھندلا رہا تھا۔

وہ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی جلدی ابھی سے مت بدگمان ہو' مامی کے اسوہ اور اسے دور' دور رکھنے کے ہر حربے کے باوجود بھی وہ جب اتنے قریب آگئے تھے تو اب بھی ذکا کا رشتہ کرانے کا یہ حربہ ناکام ہو سکتا تھا۔ مگر وہ تو ہاتھ ہی نہیں آرہی تھی۔

فون اس نے مستقل آف کر رکھا تھا۔ فیضان کی آؤ بھگت میں مصروف رہنے کی وجہ سے مامی کا دھیان بھی ان کی چوکیداری سے قدرے ہٹ چکا تھا یا شاید ذکا کی بات ڈالنے کے بعد سے وہ کچھ زیادہ ہی مطمئن ہو چکی تھیں کہ اسوہ کو اب خطرہ محسوس نہیں کرنے لگی تھیں۔ یعنی قدرت کی طرف سے مواقع میسر بھی آئے تو تب جب یقین کی ڈور ہاتھ سے پھسلنے لگی۔

اسوہ جب جب اس کے سامنے ظاہر ہوئی' آسودہ' مطمئن اور پرسکون لگی اور خود اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ چہرہ ہی کھل کر بیان کرنے لگا تھا کہ وہ محبت کا مارا یا پھر ہارا ہوا ہے۔

☆ ☆ ☆

چائے پینے کی طلب شدید ترین تھی کہ وہ شرم جھجک بالائے طاق رکھے ______ کمرے

سے باہر آگیا۔ حالانکہ گھر کے سبھی افراد روزانہ باور کراتے نہیں تھکتے تھے کہ خالہ کا گھر اپنا گھر' بنا جھجکے رہو' لیکن اس کی فطرت ہی شرمیلے پن کی تھی شاید' لاؤنج میں سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اسے فاصلے سے ہی ٹی وی کے سامنے کوئی بیٹھا نظر آگیا۔

اسوہ یا شاید ثوبیہ۔ سیڑھیاں اتر چکا تو واضح نظر آیا' اسوہ تھی' دبے قدموں قریب گیا تو متفکر ہوا۔ ٹی وی دیکھنے کے ساتھ آئس کریم سے انصاف کرتے ہوئے وہ رونے کا شغل بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔

''اسوہ! آپ۔'' فیضان کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

آئس کریم سے بھرا ہوا چمچہ اسوہ کے منہ میں دبا تھا۔ انگلی سے ٹی وی اسکرین کی جانب اشارہ کرکے سوں سوں جاری رکھی۔ فیضان نے ٹی وی پر نظر دوڑائی اور مسکرا کر رہ گیا۔

''او آئی سی۔'' کسی بھارتی فلم کا غمگین سین چل رہا تھا۔

''ایکچوئیلی... کافی ٹچی مووی ہے۔'' اسوہ کی آواز بھی بھاری ہو رہی تھی۔

''اگر مائنڈ نہ کریں تو؟'' سنگل صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ بیٹھنے کی اجازت مانگنے لگا۔

''ارے پلیز... بیٹھیے بیٹھیے۔'' اگرچہ اس وقت وہ صرف تنہائی کی متمنی تھی' لیکن ناچار اخلاقیات نبھانی پڑیں۔

''آپ کی خالہ کا گھر ہے۔ آپ ود آؤٹ پرمیشن کہیں بھی بیٹھ سکتے ہیں۔'' فیضان قدرے تکلف سے بیٹھ گیا۔

فیضان ویسے ہی کم گو تھا' اور اسوہ اس وقت بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ سو دونوں کے بیچ خاموشی تنی رہی۔

''آ... '' ہچکچاتے ہوئے فیضان ہی خلاف عادت خاموشی توڑنے کا باعث بنا۔ ''سب لوگ نظر نہیں آرہے؟''

''کیا؟'' اسوہ دماغی طور پر کہیں اور تھی' بری طرح سے چونک گئی۔

''او... اچھا اچھا۔'' سوال سماعتوں سے ٹکرایا تو تھا' سو دماغ حاضر کیا تو سمجھ بھی آگیا۔

''مامی اور ثوبیہ ذکا کی ہونے والی سسرال گئی ہیں۔ ماموں اور ذکا آفس' نانی کمرے میں۔'' کسی طوطے کی طرح اس نے سبق سنایا اور پھر ٹی وی کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''آئی تھنک... آپ انڈین موویز شوق سے دیکھتی ہیں؟'' فیضان خوامخواہ بول کر حیران کرنے پر تلا ہوا تھا۔

''کس نے کہا؟'' ایسی بے ساختگی تھی کہ فیضان کھسیا گیا۔

''نہیں۔'' پھر یہ انداز ہوا کہ غلط انداز میں بات کی ہے تو تمیز سے جواب دینے لگی۔

''مجھے انڈین موویز کا کریز نہیں ہے۔ کبھی کبھار دیکھ لی' بس۔ مجھے انگلش ہارر موویز کا کریز ہے۔'' اپنی پہلی بات کا داغ دھونے کے لیے اس نے اتنی لمبی وضاحت دی تو فیضان مسکرا دیا۔

''رئیلی؟'' فیضان کو اس کی معصومیت اور بولنے کا اسٹائل بہت دلچسپ لگا۔

''بائے گاڈ... نانی اور میں نے کئی ڈراؤنی فلمیں دیکھی ہیں۔'' وہ کچھ دیر قبل والی یاسیت سے باہر نکل آئی۔

''آپ بہت بہادر ہیں۔'' فیضان کو مزہ آنے لگا تھا اسے سن کر۔

''آپ کی فیورٹ مووی کون سی ہے؟''

''اووم... سب سے پہلے ٹائی ٹینک اور سب سے آخر میں بھی ٹائی ٹینک۔'' کہہ کر وہ پھر ٹی وی دیکھنے لگی تھی۔

اس بار فیضان کو محسوس ہوا کہ وہ صرف اس کا دل رکھنے کی خاطر بول رہی تھی' ورنہ چپ چاپ فلم دیکھنا چاہتی تھی۔ یہ سوچ آتے ہی وہ اٹھنا چاہتا تھا' جب اچانک اسوہ نے پوچھا۔

''آپ مامی کا کیوں پوچھ رہے تھے؟''

"مجھے ایکچوئیلی چائے پینی تھی۔" فیضان نے سر کھجایا۔

اسوہ ٹھس سی ہو بیٹھی۔

اس وقت اس کا کسی بھی کام کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

"آپ مجھے کچن کے سامان کے بارے میں گائیڈ کریں تو میں خود بھی بنا سکتا ہوں۔" اسوہ کے چہرے کا اتار چڑھاؤ وہ با آسانی سمجھ کر بولا' تو وہ خجل سی ہو گئی۔

"آ... نہیں..." عین اسی لمحے لاؤنج کے داخلی دروازے سے ذکا داخل ہوا تھا۔

"چائے میں بنا دیتی ہوں پر میری چائے یا میں پیتی ہوں یا تائی۔"

ذکا کا ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ گن گن کر قدم اٹھاتا وہ ان کے قریب آنے لگا۔

"کوئی بات نہیں' میں بھی پی لوں گا۔" لہجہ' گلہ سب کچھ نارمل تھا۔ مگر ذکا کو ہتھوڑے کی طرح لگا۔

"السلام علیکم۔" دونوں کے قریب پہنچ کر بے تاثر سا سلام بے دلی سے جھاڑا۔

اسوہ چائے بنانے کے لیے کھڑی ہو چکی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" فیضان نے خوش دلی سے جواب دیا۔ ذکا کی نظریں اسوہ پر تھیں۔

"میں چائے لاتی ہوں' ویٹ۔" اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتی فیضان سے مسکرا کر کہتی وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ ذکا ہونٹ بھینچے ساکت و جامد کھڑا رہا۔

"بیٹھو یار!" فیضان نے خوش اخلاقی برتی' وہ مضطرب سا ہوش میں آیا۔

"میں آتا ہوں۔" بریف کیس صوفہ پر رکھ کر... فیضان پر پھیکی مسکراہٹ اچھالتا وہ کچن میں آیا' جہاں وہ چائے بنا رہی تھی۔

"اسے کمپنی دینے کے لیے ایک تم رہ گئی تھیں؟" اس کے بالکل نزدیک جا کر دانت بھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہارے سسر بیمار ہیں۔ مامی ثوبیہ کو لے کر ان کی عیادت کو گئی ہیں۔ ماموں گھر پہ نہیں۔ تم آفس تائی کمرے میں تو میں رہ گئی نا!" بنا ذکا کو دیکھے وہ طنزیہ بتاتی چلی گئی۔

"بڑا ہنس بول رہی تھیں؟" ذکا کے لفظ عام سے' مگر لہجہ زہریلا تھا۔

اسوہ نے ساری احتیاط جھٹک کر بغور اسے دیکھا اور سمجھنے میں دیر نہیں لگائی کہ وہ فیضان سے جل رہا ہے۔

"ہاں... کیونکہ میں خوش اخلاق ہوں۔" ذکا کی آنکھوں سے جھانکتی بے حد ناراضگی سے ذرا نہ متاثر ہوتے ہوئے اس نے سکون سے کہا۔

"مجھے تو ایسی خوش اخلاقی کبھی نہیں دکھائی۔" وہ بے حد ضبط سے کام لے رہا تھا۔

"جو ڈیزرو کرتا ہے اس کے لیے مخصوص ہے۔" اس کے کندھے اچکانے کی دیر تھی۔

ذکا نے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف رخ کرنے کے لیے کھینچا' تو وہ تڑپ کر پیچھے ہٹی۔

"مامی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں تم پھنے خان بن جاؤ۔" انتہائی سخت لہجے میں وہ بھڑکی تھی۔

"ایک مال دار اور حسین لڑکی سے شادی کر کے تم اپنا فیوچر بنا سکتے ہو تو امریکہ پلٹ ہینڈسم سے فرینک ہو کر میں کیوں نہیں؟" ذکا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کس دل کے ساتھ اس نے یہ سب کہا تھا۔

اس کا اندازہ فی الحال ذکا لگانے سے قاصر تھا کہ وہ بالکل بدلی ہوئی' ظالم' سفاک لگ رہی تھی۔ (اور یہ صرف اسوہ جانتی تھی کہ کس جبر کے ساتھ وہ یہ سب بولی تھی۔) چائے کا کپ بھر کر وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔ مگر ذکا کے دل میں اپنی جگہ ہمیشہ سے زیادہ راسخ کر گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"دل خوش ہو جاتا ہے ذکا کے سسرال جا کر۔" نائٹ کریم کا ڈھکن بند کرنے کے بعد مامی چہرے کو ٹشو پیپر سے صاف کرتی ماموں کے پاس بیڈ پر آ بیٹھیں۔

کتاب بند کر کے ماموں نے بیگم کے چہرے کا مطالعہ کیا اور حیران سے رہ گئے۔ مامی آج کل کچھ زیادہ ہی نکھرتی جا رہی تھیں۔

"شکر ہے..... کہیں تو خوش ہوتا ہے۔" ماموں نے طنز کیا۔ مامی جان بوجھ کر نظر انداز کر گئیں۔

"ویسے ان کی طرف سے ہاں ہو گئی کیا؟" قدرے توقف کے بعد ماموں نے سرسری سا پوچھا۔

"کہہ رہے تھے اس ہفتے تک جواب دے دیں گے۔" ماموں پھر طنزیہ مسکرائے۔

ہاں ہوئی نہیں تھی اور مامی کا دل پتا نہیں کیوں خوش ہو جاتا تھا وہاں جا کر، تبھی دروازہ بجا۔

"مما!" حسب عادت ذکا نے پکارا بھی۔

"بڑی عمر ہے میرے بیٹے کی۔" مامی کے چہرے پر ممتا کے رنگ روشن ہوئے۔

"آجاؤ بیٹا! پوچھتے کیوں ہو۔" مامی کی اجازت کے بعد ذکا اندر داخل ہوا۔

عجیب حلیہ تھا ڈھلکے کندھے، بے رونق آنکھیں اور بڑھی شیو، آتے ہی ذکا نے شاکی نظروں سے باپ کو دیکھا تھا، وہ مسکین و بے بس سے ہو بیٹھے۔

"خیریت صاحبزادے! آج سنتوش کمار کی یاد دلا رہے ہو۔"

"مما!" ماموں کو نظر انداز کیے وہ ماں کے سامنے جا بیٹھا۔

"پلیز مما!" مامی نے فوراً پینترا بدل کر چہرے سے مسکراہٹ بھگائی۔

یوں بھی آج کل وہ ذکا کے معمولات دیکھ کر کھٹک رہی تھیں۔ اور اب اس کا یوں آکر گھٹنے پکڑ کر منت سے بولنا ان کا ماتھا ٹھنک گیا۔

"مجھے کسی کترینہ، کسی بپاشا سے شادی نہیں کرنی۔" وہ رو دینے کو تھا۔

"ہائیں۔" ماموں کو بیٹے کی جان کے لالے پڑ گئے، ایسی بہادری!

"اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو..... تو میری شادی اسوہ سے....."

"ہائے میں بدنصیب۔" مامی نے دوہتھڑ مار ڈالے اپنے سینے پر..... سر گھومنے لگا تھا ان کا۔

"چنڈال کی خاطر۔" سانس اکھڑ سی گئی تھی۔

ذکا کی شکل مزید قابل رحم ہو گئی۔ مامی نیم بے ہوش ہوئی جا رہی تھیں۔

"میرا بیٹا! میرے سامنے۔" اور اگلے ہی پل مامی لہرا کر بے ہوش تھیں۔

"بیگم!" ماموں لپک کر پاس گئے، گال تھپتھپا کر ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔

"بیگم! بھئی بیگم ہوش کرو، بہت ہو چکی، بیگم!" ذکا بدحواس ہوا پانی کا گلاس لے آیا۔ "بیگم..... نہ کرو یار! بچہ پریشان ہو رہا ہے۔" گلاس پکڑ کر ماموں نے مامی کے چہرے پر چھینٹے برسائے، مامی پھر بھی بے حس و حرکت رہیں۔

"آئی ایم ساری مما!" ذکا ان کے ہاتھ پکڑ کر آزردگی سے کہنے لگا۔ "آپ جیتیں۔" اس کے لہجے میں ہار ماموں کے دل سے جا لگی، مامی کسمسا رہی تھیں۔

"دودھ نہیں بخشوں گی، جادوگرنی پیچھے پڑی ہے میرے بچے کے۔" نیم وا آنکھوں کے ساتھ مامی بین کر رہی تھیں۔ "دوبارہ اس کا نام لیا تو مرا ہوا منہ دیکھنا میرا۔" مامی کی اس دھمکی پر ذکا نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

"آئندہ نام نہیں لوں گا۔" ذکا نے کس قدر ضبط کے ساتھ کہا تھا۔

ماموں جان سکتے تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ذکا کوئی بھی انتہائی قدم کیوں نہیں اٹھا پا رہا؟ اسے اپنی ماں کی فطرت کا اندازہ تھا۔ اسے گھر کے ماحول میں فرسٹریشن نہیں چاہیے تھی۔

اسے اپنی محبت حاصل کرنے کی لگن ضرور تھی۔ مگر باقی سب کی محبتوں کے ساتھ۔

☆ ☆ ☆

فیضان اپنے ہمراہ لایا فوٹو البم کھولے بیٹھا تھا۔ نانی دائیں طرف تو بائیں طرف مامی بیٹھی تھیں۔ درمیان میں فیضان۔

"یہ میرے آنے سے کچھ دنوں پہلے کی ہے۔" ایک تصویر دکھاتے ہوئے اس نے بتایا۔

"مدحت ویسی کی ویسی سوکھی سڑی ہے۔ موٹی نہیں ہوئی۔" نانی نے بطور خاص اس تصویر کا جائزہ لینے کے بعد تبصرہ کیا تو فیضان کا جاندار قہقہہ گونج اٹھا۔

"یہی اسمارٹنیس تو اماں کی بیوٹی ہے۔" فیضان کے لہجے میں فخر تھا۔ معاً" زوردار چیخ گونجی۔

آواز اسوہ کی تھی اور کچن سے آئی تھی۔ فیضان البم ایک طرف رکھتا کچن کی طرف تیز قدموں سے بھاگا۔ نانی بھی گھٹنے پکڑ کر کھڑی ہو گئی تھیں، مگر ان سے بھی پہلے مامی نے جست لگائی۔

کچن کا منظر دل ہلا دینے والا تھا' مامی نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر چیخ دبائی۔ سامنے زخمی خون آلود انگلی لیے اسوہ اور اس کا وہی ہاتھ پکڑے فیضان متفکر کھڑا تھا۔

"نہیں۔" مامی کے لیے صورت حال صدماتی تھی۔

"ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں' ٹھیک ہو جائے گا۔" فیضان کی پریشانی مامی کے طوطے اڑا رہی تھی۔

اسوہ کی ہچکیاں تواتر سے جاری تھیں۔ نانی بھی حواس باختہ ہوئی پاس کھڑی تھیں۔

"آ..... نہیں۔" مامی کو سمجھ نہیں آیا صورت حال کیسے مرضی کے مطابق موڑیں۔ ان کی "نہیں" پر فیضان نے عجیب نظروں سے انہیں دیکھا تو بوکھلا کر وضاحت دینے لگیں۔ "مم..... میرا مطلب ہے..... معمولی زخم ہے' مرہم لگا....."

"اتنی بلیڈنگ ہو رہی ہے خالہ! یہ معمولی زخم نہیں ہے۔" فیضان نے مامی کو بات بھی پوری نہیں کرنے دی۔

مامی بے بسی سے اسوہ کو دیکھنے لگیں۔ جس کی عقل اتنی تکلیف کے باوجود بھی کام کر رہی تھی۔ مامی کو فیضان کی فکرمندی اور اسوہ کے لیے ایسی حساسیت پریشان کر رہی تھی۔

اسوہ کے لیے بس یہ جاننا کافی تھا' اب وہ مزید دل سے رونے میں لگ گئی۔

"بچے..... سوچ کیا رہے ہو' بس لے جاؤ' خون بہتا جا رہا ہے' پتا نہیں کوئی رگ نہ کٹ گئی ہو۔" نانی کے کہنے پر اسوہ نے قدم فیضان کے ساتھ آگے بڑھائے۔ ابھی تک اس کا ہاتھ فیضان کے ہاتھ میں تھا۔

"مم..... میں بھی چلتی ہوں۔" مامی کسی صورت بھی اس سے آگے کچھ اور ہو جانا برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

"خالہ! آپ کیوں تکلیف کرتی ہیں۔" فیضان نے مامی کی یہ پیشکش بھی سہولت سے لوٹا دی۔

"میں ساتھ ہوں نا۔" بس پھر باقی کیا رہ جاتا تھا۔

"میں ہوں نا۔" نے مامی کی شکل ہی نچوڑ دی۔

"اللہ خیر۔" نانی اسوہ اور فیضان کو گاڑی تک پہنچانے پیچھے ہو لیں' اور مامی خطرے کی بو سونگھتی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

اسوہ نام کا خطرہ..... کیسے کیسے نہیں انہیں لاحق تھا۔ کوئی سمجھ پاتا بھی تو کیسے۔

☼ ☼ ☼

اور ابھی مامی خوابوں میں بھی فیضان اور اسوہ کو ساتھ ساتھ دیکھ کر سنبھل نہیں پائی تھیں کہ دوسرا دھچکا بھی فوراً لگ گیا۔

فرمائش کر کے چائے بنوانے والا' فیضان گزشتہ کچھ دنوں سے اس فرمائش کو بھولے ہوئے تھا۔ مگر مامی کو تو یاد تھا۔ سو اس رات ڈنر کے بعد فیضان کے لیے اس کی پسند کے مطابق چائے بنا کر اس کے کمرے تک چلی آئیں۔

دروازہ بند تھا۔ مامی نے بجایا تو چند لمحوں کی تاخیر کے بعد فیضان نے کھول دیا۔

"خالہ آپ..... آیئے نا۔" اس کی مہربان مسکراہٹ جس کے سب دلدادہ تھے' قائم و دائم تھی۔

"یہ چائے دینے آئی تھی۔" مامی نے مسکرا کر کپ آگے کیا۔

"او۔" فیضان کے ہونٹ بے ساختہ سکڑ گئے۔

"کیا ہوا؟" عادت سے مجبور مامی کھٹک گئیں۔

"چائے تو میں نے پی لی۔" اس نے سرسری لہجے میں بتایا۔

"ابھی پندرہ منٹ پہلے۔" مامی کی دلی کیفیت سے بے خبر وہ اپنی ازلی نرم مسکراہٹ کے ساتھ بتانے لگا۔ مامی حیران پریشان کھڑی تھیں۔

"اسوہ سے کہا تھا وہ دے گئی تھی۔" اب مامی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کی تصویر بن گئیں۔

"ان فیکٹ۔۔۔ اسوہ بہت زبردست چائے بناتی ہے' یونیک سی۔" فیضان اپنی دھن میں کہے گیا۔ مامی کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔

"او کے۔۔۔" مسکرانے کی کوشش میں شکل کا کباڑہ ہو گیا' مگر مامی کو ضبط سے بھی تو کام لینا تھا۔

"چلتی ہوں۔" فیضان نے اثبات میں سر ہلا کر دروازہ بھیڑ دیا تھا۔ مامی قدم گھسیٹتی خالی الذہن چل رہی تھیں۔

"یونیک سی۔۔۔ وہ کیسی ہوتی ہے؟" ان کی پریشانی آخری حد پر تھی۔

☆ ☆ ☆

گھنے بادلوں کی حکمرانی موسم کو حسین بنا رہی تھی۔ اگرچہ باہر نکلنے پر ٹھنڈ محسوس ہوتی تھی' لیکن وہ کافی دنوں بعد اپنے من پسند مشغلے یعنی پھولوں' پودوں سے باتیں کرنے لان میں آگئی اور یہاں آکر وہ کیاریوں کی حالت ٹھیک نہ کرے ممکن ہی نہیں تھا۔

"ہائے۔۔۔ کیا ہو رہا ہے۔" جس وقت مٹی میں مٹی ہوئی مصروف عمل تھی فیضان قریب آکھڑا ہوا۔

"کچھ نہیں۔" سر اٹھا کر وہ مسکرائی۔ پھر کھڑی ہو گئی۔

"یہ۔۔۔" فیضان نے اس کی زخمی انگلی کی جانب اشارہ کیا۔ "ٹھیک ہو گئی۔"

"ہوں۔" اسوہ بغور مٹی میں لتھڑے ہاتھ دیکھ کر قدرے اداس ہوئی۔

"اس سے زیادہ گہرے کٹ ہیں دل پہ۔" لہجہ بہت دھیما اور کھویا کھویا سا تھا۔ فیضان سن نہ پایا۔

اپنی اس کیفیت سے فوراً" نکل کر اس نے فیضان کو سرتاپا دیکھا۔ وہ تیار ہوا کھڑا تھا۔

"کہیں جا رہے ہیں آپ؟"

"اوہم۔" فیضان نے سوچنے کی ایکٹنگ کی۔ "صرف میں نہیں' ہم دونوں۔"

"میں بھی۔" اسوہ نے تعجب سے یقین دہانی چاہی۔

"یس۔۔۔ میرے فادر کے ملنے والے ہیں ان کے گھر۔۔۔ اکٹھے چلتے ہیں۔"

اسوہ کا بالکل بھی موڈ نہیں تھا' نہ خواہش' انکار کرنے کی غرض سے مناسب الفاظ ڈھونڈتے ہوئے ذرا کی ذرا نظریں دور برآمدے پر گئیں اور وہ منجمد رہ گئی۔ وہاں مامی قہربار ہوئی کھڑی تھیں۔

اتنی دور سے بھی اسوہ کو ان کی نظریں شعلے برساتی محسوس ہوئیں۔ مارے گھبراہٹ کے نظریں چرا کر آسمان کی طرف دیکھنا چاہا تو ٹیرس بھی زد میں آگیا۔

ایک اور دھچکا یہاں بھی منتظر تھا۔ ذکا ریلنگ پکڑے بے بسی و لاچاری سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسوہ کے دل کی کیفیت مزید خزاں رسیدہ ہوئی۔

"میں چلتی ہوں۔" وہ شاید تھوڑی بہت چالاکی سیکھتی جا رہی تھی۔ دور موجود دو دلوں کو کچوکے لگانے کے لیے اس نے بالکل اچانک فیصلہ کیا تھا جانے کا۔

"ثوبیہ کو بھی آفر کریں۔" اسوہ پانی والے پائپ سے ہاتھ دھو آئی' فیضان نے عام سے انداز میں کہا۔

"وہ نہیں آئے گی' آئن اسٹائن کی جانشین۔"

یہ غلطی وہ نہیں کر سکتی تھی' سو فیضان کو اس نیکی سے منع کر دیا' یوں بھی مامی جو نظارہ دیکھ رہی تھیں وہ اپنے آپ میں مکمل تھا۔ ثوبیہ کی گنجائش تھی ہی نہیں۔

"او۔۔۔ کافی پڑھاکو لگتی ہیں۔"

"اس کی چار آنکھوں سے نہیں لگتا آپ کو۔" اس کا اشارہ ثوبیہ کے چشمے کی طرف تھا۔ دونوں پورچ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"چار آنکھیں؟" فیضان نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ذکا کی حسرت بھری اور مامی کی چنگاریاں چھوڑتی نظروں نے دونوں کو گاڑی میں بیٹھنے تک دیکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

اسوہ سے لاتعلق رہنے کے جتنے بھی ارادے باندھے تھے وہ اسوہ کی فیضان سے نزدیکیاں دیکھ کر دھڑام ہوگئے۔ تبھی تو اس دن لاؤنج میں سے گزرتی اسوہ پر نظر پڑی تو اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر کھینچتا ہوا کوریڈور کے آخری سرے پر لے گیا' جہاں فی الوقت کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" بازو چھڑا کر وہ غرائی تھی۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" خود پر کنٹرول کر کے وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔" وہ بدلحاظی سے بولی تھی۔

"میں نے تم سے پوچھا نہیں ہے۔" اندر سے اٹھتے ابال کو دبا کر ذکا نے دانت پیسے۔

"اتنے بہادر تم کب سے ہوگئے تنہائی میں مجھ سے بات کرنے لگے؟" وہ اس کا تمسخر اڑا رہی تھی۔

"تم اتنی بہادر کب سے ہو گئیں' جس کسی کے ساتھ جب دل چاہتا ہے منہ اٹھا کر چلی جاتی ہو؟"

"جس کس کے ساتھ نہیں' مامی کے بھانجے کے ساتھ۔" اس کے لہجے کا سکون ذکا کا سکون غارت کر رہا تھا۔

"ایسا اعتبار تم نے مجھے کبھی نہیں سونپا؟" وہ کاٹ دار لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"تم نے اتنا اعتماد ہی نہیں دیا۔" اسوہ کی مصنوعی دلیری کو اس ایک سوال نے ٹھوکر لگائی تھی۔

ذکا دانت بھینچ کر چپ اور اداس اسے دیکھتا رہا۔ وہ اتنی سنگدل' اتنی اجنبی ہو رہی تھی کہ بازپرس کرنے والے سارے الفاظ مر گئے۔

"ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے تم نے کبھی مجھے غور سے نہیں دیکھا۔" بہت دکھ بھری شکوہ کناں نظروں سے ذکا کی آنکھوں میں دیکھ کر اس نے کہا اور پلکیں جھپک جھپک کر آنسوؤں کے آگے رکاوٹ کھڑی کی۔

"اور..." گہری سانس لے کر وہ بالکل نارمل ہو گئی تھی۔ "فیضان کو یہ تک پتا چل گیا کہ ریڈ کلر مجھ پہ بہت سوٹ کرتا ہے۔" بڑے ذومعنی لہجے میں جتاتی وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ ذکا کے دل کا بوجھ بڑھا کے۔

☼ ☼ ☼

فیضان اور اسوہ ایک دوسرے کو اہمیت دے رہے ہیں۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔ مامی کے شب و روز بے چین و مضطرب گزرنے لگے۔ وہ چند دنوں کی خوش اخلاقی' چہرے کا نکھار سب غائب ہو گیا تھا۔ ابھی بھی کچن سمیٹتے ہوئے وہ کام کم کر رہی تھیں' دکھڑے زیادہ رو رہی تھیں۔

"پروا ہی نہیں کسی کو... کولہو کے بیل کی طرح جتی ہوئی ہوں' نوکر ہوں ناسب کی۔" تب ہی ثوبیہ ہوائیاں اڑاتے چہرے کے ساتھ کچن میں داخل ہوئی۔

"مما! میری بک رکھی تھی باہر صوفے پر۔ اب نہیں مل رہی۔" ابھی بھی وہ یہاں وہاں ایسے دیکھ رہی تھی جیسے یہاں پڑی ہو۔

مامی کا پارہ اور چڑھ گیا۔

"ہاں پڑی تھی... میں نے اٹھا کر واشنگ مشین میں ڈال دی۔" وہ حقیقتاً خونخوار نظروں سے دیکھ کر بولیں۔

"مما!" ثوبیہ نے منہ بسور ڈالا۔

"یہی کتابیں پڑھ پڑھ کر آنکھوں پہ عدسے لگوا لیے دوربین کے... اب کیا سر سفید کرنا ہے؟"

"مما! کیا کہہ رہی ہیں؟" مامی کا غصہ بے وقت اور اچانک تھا' ثوبیہ روہانسی ہو گئی۔

"میں کہہ رہی ہوں... فیضان کو آئے کتنے دن ہوئے ہیں اور تم نے ڈھنگ کی چار باتیں بھی نہیں کیں اس سے۔" مامی کا بس نہیں چل رہا تھا ثوبیہ کو کسی بھی طرح سیدھا کر دیں۔

"میں کیوں کروں ڈھنگ کی باتیں؟" ثوبیہ منمنائی۔ مامی نے سر پیٹ لیا۔

"آپ ہیں نا۔" اب مامی کا دل چاہا کس کر چانٹا لگا دیں۔

"آپ ہیں نا۔" مامی نے ہو بہو اس کی نقل اتاری۔

"اس نے مجھ سے نہیں ہم سے شادی کرنی ہے۔"

"شا... شادی۔" ثوبیہ کا منہ کھل گیا۔
"ہاں... شادی۔" مامی نے پتیلا پٹخ ڈالا۔

☆ ☆ ☆

اس رات اتنی ٹھنڈ نہیں تھی۔ وہ چاروں لان چیئرز پر بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ سب سے زیادہ زبان اسوہ کی چل رہی تھی۔ فیضان بھی اس کا بھرپور ساتھ دے رہا تھا۔ بیچ بیچ میں ثوبیہ کو بھی مخاطب کرلیتا۔ جو ڈھنگ کی باتیں سوچتے سوچتے ہلکان ہوئی جا رہی تھی کہ جنہیں کرکے اس مقناطیس کو پھانسا جائے جو آج بلا اجازت دل میں اتر رہا تھا۔

ذکا مکمل طور پر سنجیدگی سوار کیے ہوئے تھا۔ فیضان کے ایک' دو بار پوچھنے پر سر درد کا بہانہ بنا کر خود سے اس کا ارتکاز ہٹانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور جس کے ارتکاز کی خواہش ہو رہی تھی' وہ ادھر ادھر کی اوٹ پٹانگ فیضان سے تو شیئر کر رہی تھی اور اس پر ایک نگاہ غلط تک ڈالنا حرام کیے بیٹھی تھی۔

"فیضان بھائی ہو جائے پلیز۔" اسوہ بڑے لاڈ سے فرمائش کر رہی تھی۔ ذکا بے تاثر سا کافی کے مگ کو تکنے گیا۔

"آج نہیں... آج موڈ نہیں بن رہا۔" فیضان نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"موڈ نہیں بن رہا۔" اسوہ نے آنکھیں پھیلالیں۔ "اتنا اچھا موسم ہو رہا ہے' اوپر چاند چمک رہا ہے' سب ایک ساتھ ہیں' سنا بھی دیں۔"

"گلا بھی ٹھیک نہیں ہے۔" فیضان نے باقاعدہ گلا کھنکھار کر ثبوت دینا چاہا۔

"جیسا بھی ہے آپ سنائیں' ثوبی تم کہو نا۔" اسوہ نے گم صم بیٹھی ثوبیہ کی مدد چاہی۔

"کیا؟" وہ اپنے خیالات میں تھی' بوکھلا کر پوچھا تو اسوہ نے سر پیٹ لیا۔

"اوف... گانا سنانے کا کہو۔"

"سنا دیں فیضان بھائی! اچھا سا۔" اپنا چشمہ ٹکاتے ہوئے ثوبیہ نے قدرے ہچکا کر کہا۔

"اچھا سا۔" فیضان کو ہنسی آگئی۔ "او کے۔"

کچھ دیر خاموش رہ کر موڈ بنایا' اور پھر عاطف اسلم کا۔

مل کے بھی ہم نہ ملے تم سے نہ جانے کیوں
میلوں کے ہیں فاصلے تم سے نہ جانے کیوں
کیسے بتائیں کیوں تجھ کو چاہیں' یارا بتا نہ پائیں

گایا تو محفل سے بے زار ہوا ذکا بھی متوجہ ہو گیا۔ فیضان کی آواز پر عاطف اسلم کی آواز کا گمان ہو رہا تھا۔ ذکا نے یوں ہی اسوہ کو دیکھا۔ اس کی بھی نظریں ارادتاً" اٹھی تھیں۔ ذکا کی نظروں سے جھانکتا محبت کا جہاں اسے سحر زدہ نہ کر دے' گھبرا کر نظروں کا زاویہ بدل ڈالا۔

ذکا کے دل سے آواز نکل رہی تھی کہ یہ گانا میں تمہارے نام کرتا ہوں۔ اور اس کے دل کی زبان سمجھتی اسوہ اب خود گھبرائی بیٹھی تھی کہ فیضان سے گانے کی فرمائش ہی کیوں کی۔

یہ لوگ سیڑھیوں سے قریب ہی تھے۔ آواز سن کر مامی بھی برآمدے میں آگئیں۔ اور ایک بار پھر منجمد ہو گئیں۔ جو سماں بندھا ہوا تھا۔ وہ ثوبیہ کے لیے یقیناً" نہیں تھا۔ جس کے لیے تھا اس کے لیے مامی سوچنا بھی نہیں چاہ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

مامی کے چہرے پر چھائی وحشت ماموں کو ہولا رہی تھی۔ درحقیقت وہ جس طرح بکھری بکھری اور شکست خوردہ سی نظر آرہی تھیں' اپنی اٹھائیس سالہ رفاقت میں ماموں نے انہیں اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہاری ہوئی بیٹھی تھیں۔ مگر تسلیم کرنے کا خوف ان کے چہرے پر لرزاں تھا۔

ماموں کو ان پر ترس سا آیا۔ بے وجہ کی ضد میں آکر انہوں نے بیٹے سے تو خوشی چھینی ہی تھی' بیٹی کی بھی راہ مسدود کرنے کا باعث بن گئی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے۔" ماموں نے کچھ کہنے کی خاطر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ خود بول اٹھیں۔ "فیضان کا رجحان اسوہ کی جانب ہے۔" بتاتے ہوئے

مامی کی آواز بھرا گئی۔

"ایسا ہی ہونا تھا۔" ماموں طنزاً گویا ہوئے۔ "بری نیت کا انجام اچھا کب ہوتا ہے؟"

مامی نے تڑپ کر ماموں کو دیکھا۔ جھلملاتی آنکھوں کے سامنے دھندلا چہرہ تھا۔ آنکھیں میچیں تو ایک ساتھ کئی آنسو چھلک پڑے۔ ماموں یہی چاہتے تھے وہ رو دیں۔

"اپنی بیٹی کی خوشی کا سوچنا بری نیت ہے کیا؟" ان کا گلا رندھ گیا۔

"دوسری بیٹی کا رستہ روک کر اپنی بیٹی کا رستہ ہموار کرنا کہاں سے اچھی نیت ہے؟" مامی پر خود احتسابی کے در وا ہونے لگے۔

آنکھوں کے سامنے فلم ری وائنڈ ہو کر چل پڑی تھی۔ اسوہ کے ماں باپ کی اچانک حادثاتی موت اس کا یہاں آنا، مامی کا اسے قطعی کوئی توجہ نہ دینا، ثوبیہ پیدائش کے بعد اور زیادہ بری نظروں اور بد زبانی سے چھلنی کرنا کہ ثوبیہ کے مقابلے میں وہ بہت حسین تھی، اور ثوبیہ بے حد معمولی صورت کی۔

دونوں کی ایک جیسی ڈریسنگ کے باوجود بھی اسوہ سب کا دل موہ لیتی تھی اور ثوبیہ پس منظر میں رہ جاتی تھی، پھر ذرا بڑی ہوئی تو ذکا کی توجہ کی وجہ سے مامی کی ڈانٹ پھٹکار، تھوڑی اور بڑی ہوئی تو ذکا کو اس کے سائے سے بھی بچانے کے لیے اس پر لگائی مختلف بندشیں، اور نت نئے رشتوں کی آمد، مامی کی آنکھوں سے سیل رواں تھا۔

"ٹھیک ہے، یہاں پیدا نہیں ہوئی تھی، لیکن پلی بڑھی تو اس گھر میں نا۔"

لوہا گرم دیکھ کر ماموں ایک کے بعد ایک جذباتی ضرب لگاتے گئے۔ مامی آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھیں۔

"تم نے شروع دن سے آج تک اسے غیر سمجھ کر دیکھا۔۔۔ ہمیشہ کڑوی زبان استعمال کی، جیسے وہ تمہاری جائیداد چھیننے آگئی ہو۔" ماموں برابر بھڑاس نکالتے رہے۔

مامی آئینے میں موجود اپنے عکس پر نگاہ جمائے ہوئے تھیں۔ "اور دیکھو۔ تمہاری ایک نہ چل سکی۔" ماموں استہزائیہ ہنسے۔ "نہ تدبیر، اور نہ کوئی تخریب۔" ماموں نے ایک ایک لفظ پر زور دیا۔ "قدرت کی کرنی سے، تمہاری سب سے بڑی جائیداد تمہارا بیٹا اسوہ کے نام ہونے کے لیے مچل گیا۔"

مامی کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

"تم اسوہ کو کس خوف کے تحت ریجیکٹ کرتی آئی ہو؟" عکس سوالیہ ہوا۔ "صرف اس وجہ سے کہ اس میں تمہیں اپنا آپ نظر آتا ہے؟" مامی ششدر تھیں اس انکشاف پر۔ "تمہیں یہ خوف لاحق رہا کہ جیسے تم نے اپنی ساس سے اس کا بیٹا چھین لیا، بالکل ویسے اسوہ بھی تم سے تمہارا بیٹا چھین لے گی؟" ضمیر کی آواز تلخ تھی، مامی کو اذیت پہنچنے لگی۔ "کیونکہ اسوہ میں تمہیں اپنا آپ نظر آتا ہے۔" آنسو جھر جھر بہنے لگے۔

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ یہ سچ ہے۔" روتے ہوئے کہتی وہ بیڈ پر ڈھے گئیں۔ ماموں نے تاسف سے دیکھا تھا۔ "لیکن میری ثوبیہ۔۔۔" دکھ سے چور آنسوؤں بھری آواز میں انہوں نے کہنا چاہا۔

"جس کے لیے رشتے آکر پلٹ جاتے ہیں، جسے اپنے، اپنانے پر راضی نہیں۔" مامی کی یہ آہ بکا ماموں کا دل کاٹ رہی تھی۔

"وہ ساری زندگی کے لیے نامراد رہ جائے؟" اس سوال میں چھپی حسرت، یاس ماموں کو بھی تڑپا گئی۔

مامی کے آمرانہ رویے کے تابوت میں فیضان کی وہ فون کال آخری کیل ثابت ہوئی، جسے سننے کے بعد مامی خود احتسابی کے اس دور سے گزری تھیں۔ وہ سمجھ گئی تھیں سب کچھ مرضی و منشا کے مطابق نہیں ہوتا، اور وقت بھی اپنی چال خاموش چاپ کے ساتھ چل جاتا ہے۔

فیضان اپنی ماں سے کہہ رہا تھا کہ اسے جو لڑکی پسند آئی ہے وہ بہت انوسینٹ ڈفرنٹ اور پیاری ہے۔ جس کا نام وہ انہیں خود امریکہ آکر بتائے گا۔ مامی جان، جان چکی تھیں وہ لڑکی اسوہ کے علاوہ کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔

☆ ☆ ☆

فیضان کی واپسی کی تیاریوں نے سب کو افسردہ کر دیا تھا' اتنے دنوں سے اسے گھر میں' ایک فرد کی جگہ بخوشی دے دی گئی تھی' اور اب وہ جانے لگا تھا تو سب کے دل رنجور ہو رہے تھے۔

"میری کل کی سیٹ کنفرم ہو چکی ہے۔" جس وقت دھیمی آواز میں وہ یہ بتا رہا تھا مامی اسی وقت کچن سے لاؤنج میں آ رہی تھیں' آزردہ اور کبیدہ۔

"پھر میں اماں کو ساتھ لے کر آؤں گا۔" ماحول کی گمبھیرتا کم کرنے کے لیے اس نے گویا خوش خبری سنانی چاہی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ عرصہ ہوا تمہاری ماں کو دیکھے ہوئے۔" نانی مسکرائی تھیں۔

"کس سلسلے میں؟" مگر مامی کے دل میں چبھی پھانس نے انہیں مسکرانے بھی نہیں دیا۔

ذکا کے صوفے کے قریب کھڑی ہو کر انہوں نے جس سنجیدگی سے بلاوجہ پوچھا اس سے فیضان گڑبڑا گیا اور باقی متعجب ہوئے۔

"آ... وہ۔" اس بے چارے سے جواب ہی نہ بن پایا۔ بھلا کیا بتاتا؟ مامی خود کیوں نہیں سمجھ رہی تھیں۔

"ایکچویلی میں نے اماں سے ذکر کیا تھا کہ....." گہری سانس لے کر خود کو سنبھال کر فیضان نے کہنا شروع کیا تو جیسے مامی کا دل مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ وہ سب کچھ سننے جا رہی تھیں جو سننا نہیں چاہتی تھیں۔

بے ساختہ ثوبیہ کو دیکھا۔ وہ بھی فیضان کی واپسی سے اداس ہوئی بیٹھی تھی۔

"خالہ مجھے۔" فیضان نے جھجک' ہچکچاہٹ پھر کسی وقت پر اٹھا رکھتے ہوئے ڈائریکٹ مامی کو مخاطب کیا۔ مامی بالکل دم سادھے بیٹھی تھیں۔ "میں آپ سے۔"

"لیکن اسوہ تو منسوب ہے۔" فیضان کی بات پوری ہونے سے پہلے مامی جیسے ڈراؤنے خواب سے جاگ کر بنا سوچے سمجھے ہڑبڑاتے ہوئے تیز لہجے میں بولیں۔

پورے لاؤنج کو سانپ سونگھ گیا۔ فیضان غریب خود اس اچانک حملہ پر ہکا بکا ہو بیٹھا تھا۔

"مم۔ میرے...." کسی پر بھی نگاہ ڈالنے کی غلطی کیے بغیر وہ فیضان کو مرکز نگاہ بنائے' ساکت پتلیوں اور سرسراتی آواز میں بولیں۔ "میرے ذکا کے ساتھ۔"

اور جیسے زمین آسمان ہل گئے ثوبیہ کے ہاتھ سے کتاب تو ماموں کے ہاتھ سے ریموٹ چھوٹ گیا۔

نانی کی بوڑھی سماعتوں کو کمزوری نے سن کر دیا انہیں لگا شاید سننے میں غلطی ہو گئی۔ مگر ایک وہ غلط سن سکتی تھیں سب تو نہیں' یہاں تو سب کے کان اور آنکھیں کھل گئی تھیں اور جن کی ذات کو موضوع بنا کر اتنا بڑا فیصلہ سنایا گیا تھا۔ ان کے رد عمل کے کیا کہنے....

اسوہ کی شکل یوں بنی ہوئی تھی جیسے عموماً" وہ انگلش ڈراؤنی فلموں کی بدروحوں چڑیلوں یا ویمپائر کو دیکھ کر بنا لیتی تھی۔ آنکھیں ابل کر باہر نکلنے کو بے تاب اور جسم پر کپکپی تھی۔

ادھر ذکا کو لگا زمین گھوم رہی ہے آسمان سر پہ آرہا ہے۔ حقیقتاً" اسے چکر آرہے تھے۔

ایک ان ہونی اچانک ہوئی ہو کر سامنے آئی تھی سو رد عمل بھی ان ہونا ہی ہونا تھا۔ اور فیضان اس کی عقل بھی فی الحال کام کرنا چھوڑ چکی تھی۔

"یہ بات....."

ارد گرد کیا ہو رہا ہے؟ سب کیا سوچنے لگے ہیں؟ کسی کے بھی تاثرات جاننے کی کوشش کیے بغیر مامی رٹے ہوئے سبق کے ساتھ ابھی بھی جاری تھیں۔ جیسے کسی روبوٹ میں چابی بھر دی گئی ہو

"صرف انہیں۔" انہیں سے مطلب ماموں.... جواب بالکل پرسکون اور شاداں فرحاں ہو چکے تھے۔ "اور مجھے معلوم ہے بچوں کو ابھی ہم نے نہیں بتایا۔"

زمین کے ساتھ ساتھ ذکا کو لگا وہ خود بھی چکرا رہا ہے۔ خوشی بالکل غیر متوقع تھی۔ اسی لیے الٹا ہی اثر کر رہی تھی۔

"ہم نے بس... سوچا وقت آنے پر سب کو پتا چل جائے گا۔ گھر کی بات ہے بتانے کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن....."

لیکن اس کے بعد دھماکا ہو گیا۔ ذکا ایک طرف لڑھک چکا تھا نانی اور ماموں لپک کر اس کے پاس گئے۔

"ابے یار!" ماموں ہاتھ سے پنکھا جھلتے ہوئے مسکرائے لہجہ کھنک رہا تھا۔

"یہ کوئی بات ہے بے ہوش ہونے کی... اٹھ میرا بیٹا! شیر بن۔" نانی نے پھونکیں ماریں، ماموں نے گال تھپتھپائے تب کہیں جا کر وہ اٹھا۔ پلکیں جھپک جھپک کر صورت حال سمجھی اور اگلے ہی لمحے ماموں کے سینے سے جا لگا۔

"ڈیڈی.... ڈیڈی!" لہجہ بالکل ستر کی دہائی کے ہیروز والا ہو گیا تھا۔

"گلے بعد میں ملنا یار! ابھی بہت وقت ہے۔" ماموں نے پیٹھ تھپک کر اسے جیسے یقین دہانی کرائی۔

اسوہ ابھی تک ساکت و صامت تھی۔ نظریں جہاں تھیں وہاں سے ہٹنا بھول گئی تھیں۔ نانی کی پھونکیں اب مامی پر اڑنے لگیں اعتبار نہیں تھا کب ارادہ بدل ڈالیں۔ سو انہیں بھی پکا کرنا تھا۔

"ہاں.... ہاں.... بہت گڈ نیوز ہے لیکن.... میں تو۔" ہلچل قدرے تھمی تو نقار خانے میں فیضان بے چارگی سے کہنے کی کوشش کرنے لگا۔ سب سے پہلے مامی متوجہ ہوئیں پھر باقی سب۔

"میں تو آپ سے ثوبیہ کے لیے بات کر رہا تھا۔"

جس جلد بازی سے مامی نے اسوہ اور ذکا کے منسوب ہونے کا اعلان کیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ رفتار سے فیضان نے اپنے دل کا مدعا بیان کیا یہ خوف سوار کہ کہیں مامی اب ثوبیہ کی بھی بھولی بسری نسبت سے مطلع نہ کر دیں۔

اس بار مامی کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ثوبیہ نے بھی ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

"میں نے تو اماں کو بھی بتا دیا کہ آئی.... آئی لائک ثوبیہ۔"

کچھ بھی تھا خمیر مشرق تھا بھرے مجمع میں بیٹھ کر اعلان محبت کرتے اگر امریکن پلٹ ہونے کا ثبوت دیا تو نظریں نیچی اور لہجہ مدھم کر کے مشرقیت کا ستارہ بھی سجا لیا۔ اب مامی پر ان ہونی اثر پزیر ہو رہی تھی۔

ذکا اور اسوہ کی طرح وہ خوشی کے مارے غیر یقینی اور چکرا بھی رہی تھیں۔ اور اپنی جلد بازی کا بھاری بھرکم غم بھی طوق بن کر گلے میں لٹکا بیٹھی تھیں۔ تب ہی تو.... دو لمحوں میں مامی بھی لڑھک گئیں۔

ماسوائے اسوہ اور ذکا کے سب ان کی طرف بھاگے ذکا اب فارم میں آچکا تھا۔ اسوہ کی غصیلی ماتھے تک ٹیڑھی آنکھوں کی پروا کیے بغیر بڑی فرصت محبت سے

دیکھ رہا تھا۔

"بیگم... بھئی بیگم!" بے ہوش بیگم کو ہوش میں لانے کے لیے ماموں اپنی سی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ "بیگم نہ کرو ناں... دیکھو... خوشی کے موقع پر بے ہوش ہونے کی نئی روایت ڈالی ہے تم ماں بیٹے نے۔"

مگر مامی ہنوز بے ہوش۔

☼ ☼ ☼

"تم" بجتے دروازے کو کھولا تو سامنے مسکراہٹ سجائے ذکا پر نظر پڑتے ہی وہ چلائی ذکا نے مزے سے بھنویں اچکائیں۔

"میرے کمرے میں؟"

"کیوں... یہاں کرفیو نافذ ہے؟" وہ زیادہ پھیل کر کھڑا ہو گیا۔ ٹیک لگا کر۔

"ہٹو نکلو... مامی آ گئیں تو؟" اسوہ اب نئے کسی محاذ کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی اللہ اللہ کر کے تو بات بنی تھی۔

"تو کیا ہو گا؟"

"بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔" اس کی ڈھٹائی پر اسوہ نے دانت پیسے۔

"پروا نہیں۔" وہ یوں بولا جیسے سارے محاذ سر ہو گئے ہوں اسوہ جھنجلا کر چپ ہو گئی۔

"تم نے اتنا تنگ کیا ہے۔" وارفتہ نظریں، بدلتا لہجہ۔ اسوہ اس بات سے گھبرا رہی تھی۔

"تم سے وہ دو دو ہاتھ بھی تو کرنے ہیں۔" وہ دلچسپی سے اس کی سرخ پڑتی رنگت دیکھ رہا تھا۔

"کب تنگ کیا؟"

"پورا مہینہ ٹینشن دی ہے تم نے مجھے۔" ذکا نے مصنوعی منہ پھلایا تھا۔

"اور تم نے جیسے مجھے مٹھائیاں کھلائی ہیں۔" کترینہ کیف سے اس کے نہ ہو سکنے والے رشتے کی یاد آئی تو شرم ورم بھول کر نئے سرے سے جنگ کا آغاز کیا۔ "مزے سے دلہا بننے جا رہے تھے۔"

"وہ تو میں اب بن رہا ہوں۔" مزے سے کہا تو اسوہ کی زبان پھر چپ ہوئی۔ اگلے ماہ کی بائیس تاریخ کو یہ شادیانے بجنے تھے۔ ثوبیہ اور اس کے ایک ساتھ۔

"تمہارا... اور صرف تمہارا۔" ماتھے پر جھولتی اس کی آوارہ لٹ کھینچ کر وہ شوخی سے بولا تو اسوہ کچھ اور سمٹ کر پیچھے ہٹی۔ پیشتر اس کے ذکا کی گستاخیاں دراز ہوتیں نانی واش روم سے نکل آئیں۔

"ائے اسوہ... کون سا صابن رکھ دیا ہے موا آنکھوں میں گھس گیا۔" آنکھیں چندھی اسوہ کے قریب جا کر ذکا کو دیکھتے ہی تکلیف بھول کر کھل گئیں۔

"تم؟" نانی سخت لہجے میں بولی تھیں۔

"جی... اسوہ سے ملنے..."

"اسوہ سے ملنا جلنا بند۔" نانی پورے جلال میں تھیں۔

ذکا ٹھیک ٹھاک پریشان ہوا۔ اب جب ہر چیز سیٹ ہو گئی تھی۔ ایک اور ظالم سماج دیوار بن گیا۔

"شادی سے پہلے تمہارا اس سے پردہ ہے۔" ذکا کو لگا یہ مامی والے بدلے لے رہی ہیں۔

"میرا یا اس کا؟" وہ ہلکا سا چیخا۔

"اب جاؤ۔" نانی نے حقیقتاً آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔

اسوہ کی دبی دبی ہنسی ذکا کا دل جلا رہی تھی۔ رخ پھیر کر اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ نانی سمجھیں چلا گیا۔ انہوں نے بھی صابن زدہ آنکھوں کو مزید دھونے کے لیے واش روم کا قصد کیا۔

"سنبھال کر رکھو۔" نانی قریب ہی تھیں ذکا نے موبائل اسوہ کے ہاتھ میں دے کر سرگوشی کی۔

"تمہاری محبت کا کنکشن۔" کہنے کے بعد وہ تو چلا گیا۔ اسوہ آپ ہی آپ مسکراتی رہی۔